عجب سی بے قراری ہے

ارشد محمود ارشد

دبستان سرگودھا کے مقبول شاعر ارشد محمود ارشد ایک عرصے سے خیابانِ سخن کی آبیاری میں مصروف ہیں اور اب ان کا پہلا مجموعہ کلام ''عجب سی بے قراری ہے'' منظر شہور پر آچکا ہے۔ اس کی اشاعت پر ہم انہیں دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ارشد کسی خاص ادبی گروہ یا لابی سے تعلق نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی خاص سیاسی نظریہ کے حامی ہیں۔ وہ تو محبت کے شاعر ہیں۔ انسان دوست ہیں اور ہر دم انسانیت کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ہمیں ادبی معیار کی ایک باوقار فضا جابجا دکھائی دیتی ہے۔ دراصل انہوں نے انسان کے ذاتی دکھ اور کرب کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ دوسری نمایاں بات یہ ہے کہ انہیں اپنی مشرقی اقدار و روایات سے بے حد پیار ہے اور اس خوبی کی جھلکیاں بھی ان کے کلام میں اکثر دکھائی دیتی ہیں۔ الغرض ان کا کلام روایت اور جدیدیت کا ایک حسین امتزاج ہے اور ادب کے خزینے میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔

سرفراز شاہد (اسلام آباد)

بسم الله الرحمن الرحيم

تقسیم کار

☆ کتاب نگر، حسن آرکیڈ، ملتان کینٹ

☆ القمر انٹرپرائز، اردو بازار لاہور

☆ اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ گلیکسی بکس، کچہری روڈ سرگودھا

☆ ظفر بک ڈپو اردو بازار سرگودھا

☆ جدید بک ڈپو اردو بازار سرگودھا

عجب سی بے قراری ہے

ارشد محمود ارشدؔ

ادب رنگ پبلی کیشنز
اسلام آباد ۔ لاہور ۔ ملتان ۔ سرگودھا
232-A ایچ بلاک شاہ رکن عالم کالونی II ملتان
0300-7337088:

ھماری کتابیں
خوبصورت اور منفرد
کتابیں

تزئین واہتمامِ اشاعت

شفیق آصف



☆ کتاب
عجب سی بے قراری ہے
☆ شاعر
ارشد محمود ارشدؔ
☆ اہتمام
ذوالفقار رشید احمد
☆ ٹائٹل
ریگل پراسس
☆ سن اشاعت
2007ء
☆ مطبع
حافظ آرٹ پریس
☆ قیمت
160 روپے

انتساب

اپنے مرحوم والدین کے نام

گلوں میں اگر رنگ و بُو لازمی ہے
مری زندگی میں بھی تو لازمی ہے

ترتیب

عجب سی بے قراری ہے

عجب سی بے قراری ھے

رومانیت کا شاعر

''عجب سی بے قراری ہے'' یہ نام ہے اس کتاب کا جو ہمارے زیر نظر ہے۔اس نام سے کوئی کیا سمجھتا ہے؟ کہاں تک صحیح سمجھتا ہے؟۔۔۔۔اس کی گہرائی میں کیا ہے؟۔۔۔گیرائی اسے کیا معانی پہناتی ہے؟۔۔۔۔بے قراری تو بے قراری ہوتی ہے اس میں عجب کیا ہوا؟۔۔۔۔اور کئی سوالات ذہنوں میں ابھر سکتے ہیں لیکن ان سوالات سے اس لئے کوئی سروکار نہیں رکھا جا سکتا کہ ''عجب سی بے قراری ہے''،میں کوئی ایسا پہلو نہیں کہ جسے سمجھنے میں دقت ہو۔صفحات سامنے ہیں اگر دل میں کوئی سوال پیدا ہوتا بھی ہے تو ورق الٹیے۔۔۔بس الٹتے جایئے۔جواب خود ہی سامنے آ جائے گا۔بشرطیکہ اوراق کوالٹکر ان کا مطالعہ کریں۔

ارشد محمود ارشد کی ساری بے قراری اس کی محبت کے باعث ہے۔محبت کی بے قراری ہی تو انسان کے اندر ایک ایسے انسان کو جنم دیتی ہے۔جو بہت کچھ سوچتا ہے۔۔۔۔اور یہ بے قراری تب وجود میں آتی ہے جب انسان محبت کی تلاش کرتا ہے۔اسے پانے کی تگ ودو کرتا ہے کبھی پا لینے کی خوش گمانی پیدا ہوتی ہے اور پھر یہی خوش گمانی ناکامی کا سبب بنتی ہے۔۔۔۔صحرا بہ صحرا اور کو بہ کو تلاشنے کے باوجود ناکامی یقین کو بھی گمان میں بدل دیتی ہے تو اندر کا انسان اپنے ہی الفاظ کا سہارا لیتا ہے۔

پھرے صحرا بہ صحرا کو بہ کو جس شخص کی خاطر
گماں کب تھا وہ یوں مل کر دوبارہ کھو بھی سکتا ہے
یقین تھا سامنے ہے یہ میں جا پہنچوں گا منزل تک
گماں کب تھا مقدر کا ستارہ کھو بھی سکتا ہے

یہ یقین جب گماں کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو صحرا میں سراب کا سا منظر ہوتا ہے۔اور سراب تو ہے ہی دھوکا۔۔۔۔ایسا دھوکا' جو خوش فہمی سے چل کر مایوسی پر آ کر دم توڑ دیتا ہے۔اور پھر شاعر خود سے مخاطب ہو کر اپنی سوچوں کے دھارے کو بدلنے پر آمادہ کرنے کیلئے کہتا ہے۔

جانے والے جب تمہیں اب لوٹ کر آنا نہیں

بے سبب دل کو جلاتا ہوں تمہاری یاد میں
تند لہروں سے وہ آخر کب تلک بچ پائے گا
ریت کا جو گھر بناتا ہوں تمہاری یاد میں

رومان میں ہجر و وصال کو غزل کا اہم حصہ کہا جاتا ہے اور جب ہجر و وصال کی کیفیت کو ظاہر نہ کیا جائے تو اسے ہم رومانویت سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ یوں رومانیت کی زندگی ہجر و وصال کی سانسوں سے ہے تو گویا ارشد کی غزل زندہ ہے۔ جس میں اس نے فراق کو بھی ملاقات بنا دیا ہے اور وصال کو ہجر کے پر لگا دیئے ہیں۔ اور ایسے کہ قاری ہجر و وصال کی معنویت کو بھول کر الجھ جاتا ہے کہ کیا سوچے اور کیا سمجھے۔ اسے جاننے کیلئے اس کی نظم ''اداسی گھیر لیتی ہے'' کا مطالعہ ضروری ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ارشد نے ادبی ماحول میں آنکھ کھولی یا اسے بھرپور ادبی شعری ماحول زیادہ ملا۔ ایسی بات نہیں بلکہ اس نے اپنے اندر ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ وہ سرتاپا شعری ماحول ہے اور محبت نے اس کو مزید مہمیز دی۔ کچھ لوگوں بلکہ اکثریت کا یہ خیال ہے کہ شاعری کے لئے صنف مخالف سے محبت کرنا ضروری ہے۔ میں یہ تو یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ارشد نے محبت کی ہے، محبت پرکھی ہے یا اسے برتا بھی ہے لیکن یہ جاننے کیلئے اس کی شاعری کا کھنگالنا ضروری ہو جاتا ہے۔ بلکہ زیادہ گہرائی کی بھی ضرورت نہیں پڑتی جستہ جستہ پڑھول سے بھی یہ احساس پختہ ہو جاتا ہے کہ ارشد محبت کا سخنور ہے۔ رومان کا شاعر ہے اور شعر کہتے ہوئے سوچ سے جب آگے نکلتا ہے تو رومانویت کو خود پر طاری کر لیتا ہے۔ اور وہ بھی کچھ ایسی کہ :

کاش ایسا ہو کہ ارشد مجھ سے آ کر وہ کہے
آ چلیں ہم ساتھ دونوں ضد پرانی چھوڑ کر
کہا اس نے محبت . ہے مگر اک شرط لازم ہے
کہا میں نے کبھی ہوتی نہیں یہ ضابطوں کے ساتھ
کہا اس نے کہ ارشد دن میں سپنے دیکھتے کیوں ہو
کہا میں نے کروں میں کیا بہت ناداں ہیں آنکھیں

ارشد محمود ارشد۔ نے کئی بار دل سے ہٹ کر دماغ سے شعر کہنے کی بھی کوشش کی لیکن شاید وہ اس میں ناکام رہا۔ کیونکہ ایسے اشعار جو اس نے دماغ سے سوچ کر نکالے ''عجب سی بے قراری ہے'' کے

مطالعے میں بالکل الگ دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں جان بھی ہے، روانی بھی ہے ایک تسلسل بھی ہے لیکن جذبوں کی بات بہرحال اپنی ہوتی ہے اور اس کا رنگ یہاں بھی علیحدہ نظر آتا ہے اور ایسی بات ذہن کے ساتھ جذبوں کی سچائی مل کر ہی قرطاس پر کامیابی سے الیک سکتی ہے۔

جو شاخیں خشک ہو جائیں تو اُن پر گل نہیں کھلتے
جو راہ زندگانی میں بچھڑ جائیں نہیں ملتے
وہ شاید اس لئے بھی پھول تحفے میں نہیں دیتے
کہ ہم تخلیق نہ کر لیں کوئی شہکار پھولوں سے
بدل ڈالی ہے ہر شے موسموں کے اس تغیر نے
جدا ہونے لگی ہے اب یہاں مہکار پھولوں سے

میں نے اپنی زندگی کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک بار اس حقیقت کا اظہار کیا تھا۔

جو کام بھی کیا بڑی تاخیر سے کیا
کیا کیا مذاق ہم نے بھی تقدیر سے کیا

ور آج مجھے زیر نظر صفحات اور ان کے خالق کو دیکھ کر اس کے بارے کہنا پڑا کہ:

اپنا ہر اک کام پہلے وقت سے کرتا رہا
اس طرح سے اک تماشا بخت سے کرتا رہا

یونکہ ارشد محمود ارشد سے جو لوگ ملۓ یا جنہیں اس سے واسطہ ہے۔ وہ اس حقیقت سے اچھی رح باخبر ہیں کہ اس نے ہمیشہ وقت سے پہلے اپنا کام نمٹانے کی کوشش کی ہے۔ اس کی شاعری کو ھنے والے بھی محسوس کریں گے کہ یہ جوان جذبوں، جوان امنگوں، جوان خواہشوں اور آدرشوں ا شاعری ہے۔ عام طور پر ہم ایسی شاعری کو رومانوی شاعری کہتے ہیں اور اسی لئے مجھے ارشد کو مانیت کا شاعر کہنا پڑا۔

شاکر کنڈان (سرگودھا)

اپنی بات

اپنے بارے میں کیا کہوں کہ میں تو خود اپنے آپ سے اجنبی ہوں کیونکہ میں اپنے آپ کو سمجھ ہی نہیں پاتا، کبھی بہت خوش ہوتا ہوں تو کبھی اداسی گھیر لیتی ہے۔ ''عجب سی بے قراری ہے'' اور شاید میری یہ بے قراری ہی مجھ سے شاعری کرواتی ہے کیونکہ جب بھی میں بہت اداس ہوتا ہوں یا بہت بے قرار ہوتا ہوں تو پھر یا تو کوئی شاعری کی کتاب لے کر مطالعہ شروع کر دیتا ہوں اور یا پھر سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھا رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں جب سوچیں حد سے بڑھنے لگتیں ہیں تو انہیں قرطاس پر منتقل کر دیتا ہوں اور یہی میرا معمول ہے۔

یوں تو کافی عرصہ سے ورق کالے کر رہا ہوں تقریباً 1991ء سے۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میٹرک میں ہمارے ایک استاد تھے عبدالرشید صاحب جو کہ بہت باذوق شخصیت تھے اور اکثر شعر گنگنایا کرتے تھے ان کی زبانی سنا ہوا ایک شعر آج بھی میری سوچوں کی وادیوں میں گونجتا رہتا ہے۔

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

وہ ہمیں اکثر کلاس روم میں شعر سنایا کرتے۔ پھر مجھے بھی شعر کہنے کا شوق ہوا اور یوں میں بھی شعر کہنے لگا اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر جب میں ایف۔اے میں تھا تو کالج سے واپسی کے بعد میں اپنے بڑے بھائی حاجی اسلم صاحب کے سٹور پر کچھ دیر بیٹھا کرتا تھا وہاں ساتھ ہی ایدھی سنٹر کے انچارج سید واحد حسین نشان صاحب ہوا کرتے تھے جو کہ بہت اچھے شاعر تھے انہوں نے ایک دن مجھے لفافوں پر کچھ لکھتے دیکھا تو پوچھا! کیا لکھ رہے ہو برخوردار؟ پھر جب لفافے پر لکھی تحریریں دیکھیں تو پوچھا! شاعری کا شوق ہے؟ میں نے کہا جی سر! تو انہوں نے مجھ سے میری ڈائری منگوائی اور پڑھنے کے بعد کہنے لگے کہ تمہارے اندر جذبات کا ایک طوفان موجزن ہے ایک بے قراری ہے۔ تم اپنی دلی کیفیات کا اظہار تو کرتے ہو۔ لیکن اگر تمہاری شاعری کی اصلاح ہو تو مجھے یقین ہے ایک دن تم بہت اچھا کہنے لگو گے تم لکھتے رہا کرو اور گاہے بگاہے مجھے دکھا لیا کرو پھر یہ سلسلہ کچھ عرصہ چلتا رہا میری وہ پہلی غزل جس کی اصلاح جناب سید واحد حسین نشان نے کی اس کے دو شعر:

عجب سی بے قراری ہے

کچھ بھی پایا نہ آرزو کر کے
کھو گیا ہوں میں جستجو کر کے
خود تماشہ کہیں نہ بن جاؤ
میری رسوائی کو بکو کر کے

پھر تو میری تشنگی بڑھتی ہی چلی گئی لیکن بد قسمتی سے کچھ عرصہ بعد نشان صاحب اپنی یادوں کے نشان چھوڑ کر اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے اور اس کے بعد میں بھی کچھ مصروف ہو گیا۔

چونکہ ہماری فیملی میں شعر وسخن کی طرف پہلے کسی کا رجحان نہ تھا اس لئے مجھے بھی کوئی راہنمائی نہ ملی۔ میں کتابیں خریدنے اکثر گلیکسی بکس پر جایا کرتا تھا اس کے مالک ماجد چوہدری صاحب بہت اچھا ادبی ذوق رکھتے ہیں۔ ایک دن شاعری کا تذکرہ ہوا تو میں نے انہیں بتایا کہ میں بھی شاعری کرتا ہوں اور میرے دوست کہتے ہیں کہ اپنا کلام کتابی شکل میں مرتب کروں۔ انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ پہلے کسی اچھے شاعر سے اصلاح کروالینا۔ باتوں باتوں میں ایک شعر انہوں نے سنایا:

یوں سطحِ آب پہ بکھری ہے چاندنی ہر سو
اتارا چاند نے گویا لباس پانی پر

میں نے شاعر کا نام پوچھا تو انہوں نے مجھے اس شعر کے خالق کا نام بتایا اور مشورہ دیا کہ میں ان سے ہی مشورہ لے لیا کروں۔

یوں چوہدری ماجد کی وساطت سے میری ملاقات جس مہربان ہستی سے ہوئی ان کا نام جناب خالد یوسفی ہے۔ جو کہ مشہور استاذ شاعر جناب حافظ محمد یوسف آزاد (مرحوم) کے فرزند ہیں اور بہت اچھے شاعر، بہت اچھے دوست اور بہت اچھے انسان ہیں، اچھا شاعر ہونا تو کوئی بڑی بات نہیں لیکن اچھا دوست اور اچھا انسان ہونا بہت بڑی بات ہے اور یہ تمام خوبیاں جناب خالد یوسفی میں موجود ہیں۔

آج میں جس طرح آپ کے سامنے اپنے دل کی بے قراریاں لئے موجود ہوں تو اس میں جناب خالد یوسفی کی راہنمائی کا بھی بہت عمل دخل ہے ورنہ شاید میں ابھی تک کہیں گم نام ہی ہوتا اور اپنی اس بے قراری کو اپنی ڈائری کے زندان میں ہی قید کئے ہوتا۔

مجھے باقاعدہ ادب کی دنیا میں قدم رکھے زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے ابتدائی گام پر ہی نہایت پرخلوص دوستوں اور بزرگوں کی شفقت میسر آئی ان سب نے ہر گام پر میری راہنمائی اور حوصلہ افزائی کی ہے۔ جس کے لئے میں ان تمام احباب کا تہہ دل سے ممنون

ہوں۔ان میں سے کچھ نام ایسے ہیں جن کا ذکر کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ان میں محترم جناب ظفر اقبال ایڈووکیٹ (لاہور)، محترم سرفراز شاہد صاحب (اسلام آباد)، ڈاکٹر رانا ارشاد علی صدیقی، صوبائی سیکرٹری بوائز سکاؤٹ پنجاب، سید محمد عامل شاہ، ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو لیہ، محترم وسیم ممتاز ایڈووکیٹ، ڈاکٹر خان محمد ساجد صاحب (ملتان)، پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، جناب خالد اقبال سینئر پروڈیوسر ریڈیو پاکستان سرگودھا، جناب شاکر نظامی، جناب شفیق آصف منتظم ادب رنگ پبلی کیشنز، جناب خالد بن خامد، ارشد ملک، باجی فرحت آرا، جناب شبیر احمد دلبر، جناب شاکر کنڈان، جناب آصف راز، جناب عاشر وکیل راؤ، سید معرفت ہمدانی، جناب گلزار احمد نوشی، ذوالفقار احسن، میاں طارق منظور ایڈووکیٹ۔ ایم مسعود تنہا، محمد اظہر۔

میں یہاں اس ہستی کا ذکر خاص طور پر کروں گا جس کا نام اس کتاب میں تو شامل نہیں لیکن اس کا نام کتابِ دل کے صفحات پر جا بجا موجود ہے۔اور جو میری شاعری اور سانسوں میں خوشبو کی طرح مہک رہی ہے۔

اپنے مجموعہ کلام کے بارے میں یہی کہوں گا کہ یہ میری اداسیوں اور بے قراریوں کا مجموعہ ہے۔یہ بلا وجہ کی اداسی کیوں ہے؟ میں اس کھوج میں ہوں، عجب سی بے قراری ہے۔اور شاید اسی لئے میں نے اپنے مجموعہ کلام کا عنوان بھی ''عجب سی بے قراری ہے'' رکھا ہے۔یہی بے قراری اور اداسی میری وجہ شاعری ہے شاید سب شاعروں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہو۔

کم از کم میرے ساتھ تو ایسا ہی ہے!

شاید میں کبھی اداسی اور بے قراری کے اس گرداب سے نکل سکوں لیکن میں نے اسے انجوائے کرنے کا رستہ تلاش کر لیا ہے اور وہ شاعری ہے۔جب میں اپنی بے قراریاں قرطاس پہ منتقل کرتا ہوں تو مجھے بہت سکون حاصل ہوتا ہے یوں لگتا ہے جیسے میں نے اپنے دل کی بات کسی سے کہہ دی ہو۔میرے نزدیک شاعری جذبات کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔

میں نے اپنی سوچیں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں آپ سب کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا۔

ارشد محمود ارشد

مکان نمبر 52 گلی نمبر 1، عزیز کالونی، سرگودھا

03006008622 ،03339801168

حمد باری تعالیٰ

کیا تری تعریف ہو اے مالکِ دونوں جہاں
جس طرف دیکھا نظر آیا ہے تُو ہی تُو وہاں

ذرہ ذرہ دے رہا ہے تیری قدرت کی خبر
بحر و بر یہ پیڑ پودے تیرے ہونے کے نشاں

چلنے پھرنے کے لیے تُو نے عطا کی یہ زمیں
بے ستونوں کے کیا ہے تُو نے قائم آسماں

تُو ہی مالک تو ہے مولا تُو ہی پالن ہار ہے
دل کی ہر دھڑکن میں تُو ہے تُو ہی رگ رگ میں رواں

جس کے دل میں جو چھپا ہے تجھ کو سب معلوم ہے
پر کرے نہ راز افشا تُو ہی سب کا راز داں

ناطہ جس نے تجھ سے جوڑا منزلیں وہ پا گیا
کیوں بھٹکتا پھر رہا ہے پھر ہمارا کارواں

یوں تو ہر اک شے ہے فانی ایک دن ہو گی فنا
اک ترا ہی نام دنیا میں رہے گا جاوداں



نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

تاجدارِ حرم آپؐ کی ذات سے بے سہاروں کو بھی آسرا مل گیا
اک زمانے تلک لوگ بھٹکے رہے آپؐ آئے تو پھر راستہ مل گیا

میرے مولا نے ایسا کرم کر دیا اپنے محبوبؐ کا امتی کر دیا
ساتھ جنت میں جو لے کے جائے ہمیں ہم کو قسمت سے وہ رہنما مل گیا

آپؐ کے ذکر سے ایسا سرشار ہوں لوگ کہنے لگے بیٹھ کے چارسو
اس کے پاؤں زمیں پر کیوں ٹکتے نہیں اس گنہگار کو ایسا کیا مل گیا

یہ تو اسمِ محمدؐ کا ہے معجزہ تیرگی مٹ گئی روشنی ہو گئی
میرا دل تھا اندھیروں میں ڈوبا ہوا ان اندھیروں کو اب اک دیا مل گیا

جو بھی آقاؐ نے رستہ دکھایا ہمیں رب تلک پہنچنے کا وسیلہ بنا
جو بھی آقاؐ کے اُسوہ پہ چلتا رہا چلتے چلتے اسے بھی خدا مل گیا



ماں

اس مطلبی جہاں میں چاہت کہاں ملے گی
ماں تیرے پیار جیسی دولت کہاں ملے گی

قدموں تلے ہے ماں کے جنت یہ جانتا ہوں
اب ماں ہی جب نہیں ہے جنت کہاں ملے گی

اب جو نہیں ہے ماں کے آنچل کی سرد چھاؤں
پھر کوئی تو بتائے راحت کہاں ملے گی

تیرے ہی دم قدم سے دنیا بھی مہرباں تھی
اب تُو ہی جو نہیں ہے عزت کہاں ملے گی

کچھ لوگ چاہتوں کے دعوے تو کر رہے ہیں
پر ماں کے پیار جیسی شدت کہاں ملے گی

اے ماں مرا اثاثہ تیری وہ سب دعائیں
جو مجھ سے کھو گئی ہے دولت کہاں ملے گی



O

کیا چاہت کا ہم نے جب کبھی اظہار پھولوں سے
ہمیں کانٹے ہی کیوں پہلے ملے ہر بار پھولوں سے

میرے دامن کو کانٹوں سے بھرا تو نے تو کیا غم ہے
تمنا ہے سجائیں ہم ترا گھر بار پھولوں سے

وہ شاید اس لئے بھی پھول تحفے میں نہیں دیتے
کہ ہم تخلیق نہ کر لیں کوئی شہکار پھولوں سے

لُٹا ہے گلستانِ دل کسی گلفام کے ہاتھوں
کہ شاید اس لئے رہتے ہیں ہم بیزار پھولوں سے

بدل ڈالی ہے ہر شے موسموں کے اس تغیر نے
جدا ہونے لگی ہے اب یہاں مہکار پھولوں سے

گزرتی کیا ہے اس دل پر سنائیں کس کو جا کے ہم
ہوئے گم وقت کی جو دھول میں غمخوار پھولوں سے

صبا پیغام لائی ہے وہ ہم سے ملنے آئیں گے
چلو ارشدؔ کہ راہوں کو کریں گلزار پھولوں سے



O

چمن میں جس گھڑی رنگیں ہوائیں رقص کرتی ہیں
تو دل پہ جانے کیوں غم کی گھٹائیں رقص کرتی ہیں

ہواؤں نے کیا ہے چاک دامن جب کسی گُل کا
تو بوئے گُل سے پھر پہروں فضائیں رقص کرتی ہیں

زباں سے جو نکل کر بھی فلک تک جا نہیں سکتیں
وہ مدت تک خلاؤں میں دعائیں رقص کرتی ہیں

کچھ ایسے بھی تو ظالم ہیں جو کلیوں کو مسلتے ہیں
مگر پھر ان کے دل میں بھی سزائیں رقص کرتی ہیں

ہُوا سورج اگر گم تو اندھیرا کیسے جائے گا
کہ سارے شہر پر کالی گھٹائیں رقص کرتی ہیں

اُنہیں دیکھوں میں ارشدؔ جب کبھی گیسو کھلے چھوڑیں
دلِ بے چین میں اُن کی ادائیں رقص کرتی ہیں

☆☆☆

O

یہ کب سوچا تھا جینے کا سہارا کھو بھی سکتا ہے
کہ بحرِ غم میں اُترے تو کنارہ کھو بھی سکتا ہے

پھرے صحرا بہ صحرا، کُو بکُو جس شخص کی خاطر
گماں کب تھا وہ یوں مل کر دوبارہ کھو بھی سکتا ہے

بھٹکتا دیکھ کر صحرائے اُلفت میں وہ یوں بولا
ارے روکو اِسے روکو بچارہ کھو بھی سکتا ہے

کہا میں نے کہ مرا دل! تو وہ اِٹھلا کے یوں بولے
کرو قابو وگرنہ دل تمہارا کھو بھی سکتا ہے

یقیں تھا سامنے ہے یہ میں جا پہنچوں گا منزل تک
گماں کب تھا مقدر کا ستارہ کھو بھی سکتا ہے

کہانی پیار کی، چاہت کی، اُلفت کی جو لکھتے ہو
کتابِ زندگانی کا شمارہ کھو بھی سکتا ہے

چمن کے خاروخس سے یوں محبت ہے مجھے ارشدؔ
کہ گلشن کا حسیں دلکش نظارہ کھو بھی سکتا ہے



اُداسی گھیر لیتی ہے

بچھڑ کر تم سے جانِ جاں
مری اس زندگانی میں
تغیر کیسا آیا ہے؟
کہ اکثر بزمِ یاراں میں
بہت چنچل بھی رہتا ہوں
خوشی کے گیت گاتا ہوں
میں قصے بھی سناتا ہوں
کہ دن بھر یوں تو ہنستا ہوں
مگر جب شام ڈھلتی ہے
ہوائے سوگ چلتی ہے

میری پلکوں کی ڈالی پر

ستارے جھلملاتے ہیں

ہجوم یاس، تنہائی یہ تاریکی شبِ غم کی

یہ سب آپس میں ملتے ہیں

میری سوچوں کے صحرا میں

تمہاری یاد کا آہو

خوشی سے رقص کرتا ہے

تو پھر اس دل کے پنچھی کو

اُداسی گھیر لیتی ہے

اُداسی گھیر لیتی ہے





تری سانسوں کی وہ حدت مری نس نس میں اب بھی ہے
ترے اک لمس کی لذت مری نس نس میں اب بھی ہے

کہاں تم جا بسے ہو اور مجھے کیوں بھول بیٹھے ہو؟
تمہارے قرب کی حسرت مری نس نس میں اب بھی ہے

اُمنگوں کے جزیروں میں کوئی ہلچل نہیں لیکن !
تمہارے پیار کی شدت مری نس نس میں اب بھی ہے

تمہیں ہر وقت سوچوں میں، تمہیں ہر وقت چاہوں میں
کئی برسوں کی یہ عادت مری نس نس میں اب بھی ہے

وہ جس نے خاک کر ڈالے مرے ارمان و حسرت تک
اسی بے درد کی چاہت مری نس نس میں اب بھی ہے

گھنی چھاؤں کے سائے میں رہا پل بھر سہی لیکن
وہ زلفِ یار کی راحت مری نس نس میں اب بھی ہے

سبب جو بن گیا ارشدؔ مرے اس دل کے لٹنے کا
اُسی کم فہم کی الفت مری نس نس میں اب بھی ہے





جس کسی سے بھی محبت کی خطا ہو جائے گی
زندگانی دیکھتے ہی کیا سے کیا ہو جائے گی

ٹوٹ جائیں گے بالآخر سب ستوں اُمید کے
زندگانی اس طرح بے آسرا ہو جائے گی

اک نہ اک دن موت کی آغوش میں جانا تو ہے
یہ جو دشمن لگ رہی ہے دلربا ہو جائے گی

روپ کا سورج بھی آخر ایک دن ڈھل جائے گا
جس جوانی پہ ہیں نازاں بے وفا ہو جائے گی

تو اگر ہے ساتھ تو یہ زندگی انعام ہے
ہو گئے جس دن جدا تو یہ سزا ہو جائے گی

مانگنے کا جو سلیقہ آ گیا ارشدؔ ہمیں
دل سے جو نکلے گی پوری وہ دعا ہو جائے گی





O

کیسے کیسے غم اٹھاتا ہوں تمہاری یاد میں
رات بھر آنسو بہاتا ہوں تمہاری یاد میں

جانے والے جب تمہیں اب لوٹ کر آنا نہیں
بے سبب دل کو جلاتا ہوں تمہاری یاد میں

تند لہروں سے وہ آخر کب تلک بچ پائے گا
ریت کا جو گھر بناتا ہوں تمہاری یاد میں

شام ڈھلتے ہی ستارے آسماں سے توڑ کر
نوکِ مژگاں پہ سجاتا ہوں تمہاری یاد میں

گھیر لیتے ہیں مجھے تنہائیوں کے سائے جو
بیتے لمحوں کو بلاتا ہوں تمہاری یاد میں

وہ مجھے مل جائیں ارشدؔ گر کہیں تو یہ کہوں
دیپ چاہت کے جلاتا ہوں تمہاری یاد میں



O

عجب منظر دکھاتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو
کہ جب پلکوں پہ آتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو

بہت دشوار ہے لیکن جو ان کو ضبط کر جاؤں
مرے دل کو جلاتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو

گماں ہوتا ہے شاید آسماں سے تارے ٹوٹے ہیں
کہ جب بھی ٹمٹماتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو

کوئی بھولا ہوا چہرہ تصور میں جو آ جائے
تو فوراً جھلملاتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو

اشارہ جب بھی کرتا ہوں انہیں پلکوں سے اڑنے کا
پھر اک ہلچل مچاتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو

ٹھہر جاتے ہیں آ کر جو مری پلکوں کی نوکوں پر
تو پھر نیندیں اڑاتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو

یہ مجھ سے کرنے لگتے ہیں عجب اٹکھیلیاں ارشدؔ
بہت مجھ کو ستاتے ہیں مری آنکھوں کے یہ جگنو





یاد آئے گی میری تمہیں ہر گھڑی جس طرف جاؤ گے
تھم نہ پائے گی آنکھوں سے ساون جھڑی جس طرف جاؤ گے

آخری وقت آ جائے تو پھر کبھی موت ٹلتی نہیں
سامنے ہی نظر آئے گی وہ کھڑی جس طرف جاؤ گے

مشکلیں جھیل کر راہ پرخار پر تم جو چلتے رہے
عزتیں، شہرتیں پھر ملیں گی بڑی جس طرف جاؤ گے

لہلہاتے ہوئے پیڑ پودے اگر تم جلاتے رہے
ہر طرف دھوپ ہی پھر ملے گی کڑی جس طرف جاؤ گے

دیکھ ارشدؔ نگینے بکھر جائیں گے ہر طرف جا بجا
لے کے ٹوٹی ہوئی آنسوؤں کی لڑی جس طرف جاؤ گے



پردیسی

دن یاد ہیں مجھ کو اب بھی وہ

جب تیرے شہر کا موسم یہ

میرے دل کو بہت لبھاتا تھا

تیرے کوچے میں جانِ جاناں

انجان مزہ سا آتا تھا

تیرے آنگن میں اک پیپل تھا

جس کی ٹھنڈی سی چھاؤں تلے

اِک مدہوشی سی رہتی تھی

اُس کی شاخوں پر بیٹھی ہوئی

جب کوئل گیت سناتی تھی

کانوں میں رس ٹپکاتی تھی

میرے دل کو بھی دھڑکاتی تھی

اب لوٹ کے آیا ہوں میں تو

ترا آنگن سونا سونا ہے

پیپل تو اُس میں ہے اب بھی

اُس پہ کوئل بھی کوکتی ہے

نہیں اُس کی چھاؤں میں مدہوشی

اب تیرے شہر میں کیوں جاناں

دم گھٹنے لگتا ہے میرا

تیرے شہر کے لوگ یہ کہتے ہیں

پردیسی دیس کو چھوڑ گیا

وہ تجھ سے ناطہ توڑ گیا



O

جب ستائے گا ہر پل جدائی کا غم یاد آؤں گا میں
ضبط کا ٹوٹ جائے گا جب ہر بھرم یاد آؤں گا میں

بیتی باتوں کو دہراؤ گے جب کبھی آنکھ بھر آئے گی
بے ارادہ جو پلکیں کبھی ہونگی نم یاد آؤں گا میں

راہِ الفت پہ چلتے تھے جب سنگ سنگ فاصلے کچھ نہ تھے
ہاں اکیلے میں تھک جائیں گے جب قدم یاد آؤں گا

میں مداوا ہوں تیرے ہر اک درد کا کیا یہ معلوم ہے؟
جب بڑھے گا جدا ہو کے درد و الم یاد آؤں گا میں

میں چلا جاؤں گا داستاں چھوڑ کر یہ جہاں چھوڑ کر
کوئی پھر جو کرے گا وفائیں رقم یاد آؤں گا میں

اب ارادہ کرو چاہے کھاؤ قسم بھول نہ پاؤ گے
ٹوٹ جائے گی آخر تری ہر قسم یاد آؤں گامیں

☆☆☆



قدم یہ لڑکھڑائے جب سہارا وہ نہ بن پایا
سہارا ڈھونڈتے ہیں اب سہارا وہ نہ بن پایا

ہمیں بس یاد ہے اتنا بھنور نے گھیر رکھا تھا
نہیں معلوم جانے کب سہارا وہ بن پایا

گروں جب تھام لے گا وہ کہا تھا میں نے غیروں سے
مجھے کہتے ہیں اب یہ سب سہارا وہ نہ بن پایا

بہت بے حال کرتی ہے دسمبر میں یہ تنہائی
اکیلے ہی کٹی ہر شب سہارا وہ نہ بن پایا

یہ برسوں سے رہی عادت بھروسہ کر لیا سب پر
مگر بدلوں گا اب یہ ڈھب سہارا وہ نہ بن پایا

یوں ٹکڑوں میں بٹا ہوں میں کہ جیسے ٹوٹ کر شیشہ
ہوا یہ حال میرا جب سہارا وہ نہ بن پایا



O

تجھ سے بچھڑ کر جینا مشکل، مرنا مشکل لگتا ہے
ہجر میں ایسے زخم ملے ہیں بھرنا مشکل لگتا ہے

میرے سونے آنگن میں آ جاؤ کبھی پل بھر کے لئے
تنہا تیری یادوں سے اب لڑنا مشکل لگتا ہے

جب سے میری پلکوں پہ اشکوں کا پانی جم سا گیا
تیرا چہرہ پڑھنا چاہوں پڑھنا مشکل لگتا ہے

اکثر اپنے جذبوں سے میں خود ہی لڑتا رہتا ہوں
لیکن میرے ہاتھوں جذبے مرنا مشکل لگتا ہے

کانچ کی صورت بکھر گئے ہیں دل کے ٹکڑے راہوں میں
اب کوئی چہرہ شیشۂ دل میں جڑنا مشکل لگتا ہے

اکثر ہم نے بھی سوچا ہے ارشدؔ اسے بھلا دیں ہم
کام مگر یہ ایسا ہے کہ کرنا مشکل لگتا ہے

☆☆☆

O

تیری محفل میں جو بھولے سے بلائے جائیں گے
اپنی سوچوں پر کئی پہرے لگائے جائیں گے

آسمانوں سے برستی ہی رہے گی آگ پھر
لہلہاتے پیڑ پودے جو گرائے جائیں گے

خوف سیلابِ بلا کا پھر رہے گا ہر گھڑی
ساحلوں کی ریت سے جو گھر بنائے جائیں گے

تیرگی کا راج ٹوٹے گا یقیناً اس طرح
خونِ دل سے جب چراغِ شب جلائے جائیں گے

ہجر کی آتش میں ڈالا دل پرکھنے کے لئے
کیا خبر تھی پیار میں یوں آزمائے جائیں گے

ویسے بھی کب تھے گوارا ہم ترے احباب کو
تھا پتہ محفل سے بالآخر اٹھائے جائیں گے

☆☆☆



اَن دیکھی بلاؤں میں گرفتار ہوا دل
ناکردہ گناہوں کا سزا وار ہوا دل

تنہائی کے صحرا میں مجھے چھوڑ گیا جو
اس شخص کا جانے کیوں طلبگار ہوا دل

کھیلا وہ میرے دل سے، اسے توڑ کے بولا
لے جا یہ میرے واسطے بیکار ہوا دل

ہجراں کی کڑی دھوپ میں مرجھایا ہوا تھا
دیکھا جو اسے کھل کے یہ گلزار ہوا دل

تھی چاپ یہ قدموں کی یا آہٹ تھی صبا کی
سن کر جسے بے چین یہ ہر بار ہوا دل

تنہائی کا یہ روگ تمہیں جینے نہ دے گا
ارشدؔ جو محبت کا خطا کار ہوا دل



تجھ بن میں ادھورا ہوں

مجھے کیوں ایسا لگتا ہے
کہ تجھ بن میں ادھورا ہوں
ادھوری زندگی میری
ادھوری ہر خوشی میری
ادھوری عاشقی میری
مجھے اب ایسا لگتا ہے
میں تجھ بن جی نہیں سکتا
جدائی سے لگے جو زخم
تنہا سی نہیں سکتا
چلے آؤ تم ایسے میں
مجھے آسان ہو جینا
ہیں جتنے زخم اب دل پر
انہیں آسان ہو سینا

☆☆☆



تیر دل پر ستم کے چلائے گا وہ مجھ کو معلوم ہے
ایک نہ ایک دن چھوڑ جائے گا وہ مجھ کو معلوم ہے

عہد ملنے کا مجھ سے کرے گا مگر بھول جائے گا وہ
پھر نیا اک بہانہ بنائے گا وہ مجھ کو معلوم ہے

بپھری لہروں میں ڈالے گا ناؤ مری مسکراتے ہوئے
خود کنارے سے ہی لوٹ جائے گا وہ مجھ کو معلوم ہے

ہاتھ میں ہاتھ ڈالے رقیبوں کے وہ رُوبرو آئے گا
اس طرح سے مرا دل جلائے گا وہ مجھ کو معلوم ہے

عمر بھر ساتھ دینے کے وعدے کئے ہر ملاقات پر
رفتہ رفتہ مگر بھول جائے گا وہ مجھ کو معلوم ہے

یاد آؤں گا میں سرد راتوں کو ارشؔد اسے جس گھڑی
میرے نغموں کو پھر گنگنائے گا وہ مجھ کو معلوم ہے





سامنے آنکھوں کے میری کیا سے کیا ہونے لگا
میں جسے مل بھی نہ پایا پھر جدا ہونے لگا

رنگ دکھلانے لگی ہیں اب عدو کی سازشیں
میرا ہمدم میرا ساتھی اب خفا ہونے لگا

یہ اثر کیسا ہوا ہے اس کی چاہت کے سبب
آتشِ غم سے نکل کر میں نیا ہونے لگا

تہمتیں دھرنے لگے ہیں اب وہ میرے نام پر
چاہتوں کا قرض کچھ ایسے ادا ہونے لگا

کیا قصیدے کہہ گے احباب میرے رُوبرو
میں نکل آیا تو پھر میرا گِلہ ہونے گا



خوشی کا دن مبارک ہو

صبح جس دم میں جاگا ہوں
عجب منظر یہ دیکھا ہے
خوشی کا رقص ہے ہر سو
ہواؤں میں بھی ہے خوشبو
درختوں کے ہرے پتے
خوشی سے لہلہاتے ہیں
تو یوں محسوس ہوتا ہے
یہ سب تالی بجاتے ہیں
پرندے چہچہاتے ہیں
یا شاید گنگناتے ہیں
کوئی تو بات ہے ایسی

جو ہر شے پہ ہے یوں مستی
میرے دل میں ہوئی ہلچل
مجھے کچھ یاد آیا ہے
کہ دن ہے یہ وہی شاید
اٹھارہ سال پہلے جب
اسی دن کے کسی لمحے
جو تم دنیا میں آئی تھی
یہ موسم اور ہوائیں سب
درختوں کے ہرے پتے
پرندے اور فضائیں سب
خوشی سے کہہ رہے ہیں یہ
تمہیں یہ دن مبارک ہو
خوشی کا دن مبارک ہو
خوشی کا دن..........

☆☆☆

O

پکاریں جب تمہیں یہ لب اُداسی گھیر لیتی ہے
نہیں معلوم جانے کب اداسی گھیر لیتی ہے

وہ لمحے چند جو میں نے گزارے تیری قُربت میں
مجھے وہ یاد آئیں جب اُداسی گھیر لیتی ہے

تجھے میں روبرو پا کر بہت مسرور ہوتا ہوں
یہ سپنا ٹوٹتا ہے تب اُداسی گھیر لیتی ہے

کہا اُس سے بنائیں آشیاں، لیکن کہے وہ جب
نہیں ممکن نہیں یہ اب اُداسی گھیر لیتی ہے

میں تارے گنتا رہتا ہوں مگر پھر میری آنکھوں سے
ستارے ٹوٹتے ہیں جب اُداسی گھیر لیتی ہے

شبِ ہجراں میں تیری یاد کی شمع جلاتا ہوں
مگر کٹتی نہیں یہ شب اداسی گھیر لیتی ہے

میں کیا منہ لے کے جاؤں گا خدا کے سامنے ارشدؔ
عمل دیکھوں میں اپنے جب اداسی گھیر لیتی ہے



O

یہ تم کتنا ستاتے ہو نگاہیں پھیر کر مجھ سے
جو اکثر بیٹھ جاتے ہو نگاہیں پھیر کر مجھ سے

کبھی رستے میں جانِ جاں نظر ٹکرا بھی جاتی ہے
مرے دل کو جلاتے ہو نگاہیں پھیر کر مجھ سے

مجھے کیوں ایسا لگتا ہے قیامت جیسے آئی ہو
یہ کیا منظر دکھاتے ہو نگاہیں پھیر کر مجھ سے

یونہی رستے میں بیٹھا میں صبح کو شام کرتا ہوں
مجھے پاگل بناتے ہو نگاہیں پھیر کر مجھ سے

بدلتے ہو خود ہی رستہ چھڑاتے ہو خود ہی دامن
تو کیوں آنسو بہاتے ہو نگاہیں پھیر کر مجھ سے

اُسے ارشدؔ یہ کہہ دو اب سکوں تجھ بن نہیں آتا
عبث نیندیں اڑاتے ہو نگاہیں پھیر کر مجھ سے

☆☆☆



چاہتوں میں وفا ہم نہیں مانگتے

دردِ دل کی دوا ہم نہیں مانگتے

دو گھڑی کیلئے ساتھ میرے چلو

عمر بھر آسرا ہم نہیں مانگتے

چاند کو پاؤ تم روشنی میں رہو

اپنے گھر میں ضیاء ہم نہیں مانگتے

راہ میں ہی سہی پر ملیں تو ہمیں

ان کے گھر کا پتہ ہم نہیں مانگتے

ہم کو یادوں کی ڈوری سے باندھے رہو

چاہتوں کا صلہ ہم نہیں مانگتے

اپنے مالک سے جب مانگتے ہیں دعا

کچھ بھی تیرے سوا ہم نہیں مانگتے



عجب سی بے قراری ہے

نجانے کون سا آسیب رہتا ہے میرے دل میں

سکون اک پل نہیں آتا

نظر کچھ حل نہیں آتا

تڑپتا ہوں مچلتا ہوں

میں ہر پل آہیں بھرتا ہوں

کسی کو یاد کرتا ہوں

بہت فریاد کرتا ہوں

کہ سورج جب نکلتا ہے

میرا دل بھی پگھلتا ہے

اداسی بڑھتی ہے پَل پَل

یہ آنکھیں رہتی ہیں جل تھل

لگی ہے آگ جو دل میں

بجھاؤں اس کو کیسے میں؟

بنا کارن جو روٹھا ہے

مناؤں اس کو کیسے میں

انہیں سوچوں میں گم ہو کے

صبح سے شام کرتا ہوں

جو سورج ڈھلنے لگتا ہے

یہ دل بھی جلنے لگتا ہے

نہیں کٹتی کوئی بھی شب

کروں نہ یاد اس کو جب

سمجھ میں کچھ نہیں آتا

مجھے یہ کیا بیماری ہے

عجب سی بے قراری ہے

عجب سی بے قراری ہے

⁂ ⁂ ⁂

O

ہمارے دل میں ہے جو غم تمہارا کس نے دیکھا ہے
کہ بحرِ درد کا اب تک کنارا کس نے دیکھا ہے

مرے سینے میں اس دھڑکن نے جو ہلچل مچائی ہے
پلٹ کر راہ سے مجھ کو دوبارہ کس نے دیکھا ہے

مرے زخمِ جگر کا حال لوگوں پر عیاں کیوں ہو
تری شمشیر نظروں کا اشارہ کس نے دیکھا ہے

ان آنکھوں کے سمندر میں سفینے ڈوب جاتے ہیں
سمندر یہ ہے وہ جس میں سہارا کس نے دیکھا ہے

ہوئے ہیں راکھ سب ارماں غموں کی آگ میں جل کر
چھپا اس راکھ میں جلتا شرارہ کس نے دیکھا ہے

پیاسے لوٹ آئے ہیں سمندر کے کنارے سے
مگر یہ حوصلہ جاناں ہمارا کس نے دیکھا ہے

مری دیوانگی کو لوگ کیسے جان پائیں گے
کہ جاناں چاند سا چہرہ تمہارا کس نے دیکھا ہے



○

گلوں سے کچھ نہیں لینا ہمیں ہے کام کانٹوں سے
کہ ہم نے دل پہ لکھا ہے تمہارا نام کانٹوں سے

نجانے کیوں وہ ہم سے اس طرح دامن بچاتے ہیں
کہ جیسے بچ کے چلتا ہو کوئی گلفام کانٹوں سے

انہیں پھولوں پہ چل کے بھی سکوں حاصل نہیں ہوتا
برہنہ پا چلے جو ہم ملے آرام کانٹوں سے

یہی تو ان کا مسکن ہے جگر کو چیر کر بولے
کسی گل کا پتہ پوچھا گیا اک شام کانٹوں سے

محبت جس سے کرتے ہو رگِ جاں بھی بنا ڈالو
ہمارے نام آتے ہیں یہ ہی پیغام کانٹوں سے

☆☆☆



میں چلا جاؤں گا یہ دنیائے فانی چھوڑ کر
اس جہاں میں اپنی یادوں کی نشانی چھوڑ کر

سن کے تیری آنکھ بھی چھم چھم برس جائے گی پھر
اس طرح کی جاؤں گا اپنی کہانی چھوڑ کر

تھوڑے عرصے کی ہے مہماں کب رہے گی یہ سدا
ایک دن جائے گی آخر یہ جوانی چھوڑ کر

میرے سارے خواب ہی طغیانیوں میں آ گئے
اس طرح سے وہ گیا آنکھوں میں پانی چھوڑ کر

میری آنکھوں کی زباں کو وہ سمجھتا ہی نہیں
کچھ نہ کچھ کہنا پڑے گا بے زبانی چھوڑ کر

میری میت پر مری تنہائی یوں چلائے گی
جا رہا ہے مجھ کو میرے دل کا جانی چھوڑ کر

کاش ایسا ہو کہ ارشدؔ مجھ سے آ کر وہ کہے
آ چلیں ہم ساتھ دونوں ضد پرانی چھوڑ کر





قدم تنہا اٹھاؤں میں نہیں ایسا نہیں ہو گا
کہ تم کو بھول جاؤں میں نہیں ایسا نہیں ہو گا

مری ہر سانس میں ہے تو ہی تو تیرے سوا جاناں
کسی سے دل لگاؤں میں، نہیں ایسا نہیں ہو گا

کسی بھی موڑ پر تو دے صدا تیری صدا سن کر
قدم آگے بڑھاؤں میں، نہیں ایسا نہیں ہو گا

اچانک تو کہیں مل جائے راہ زندگانی میں
نظر تجھ سے چراؤں میں، نہیں ایسا نہیں ہو گا

لکھا ہے نام جو قرطاسِ دل پر ایک مدت سے
کبھی اس کو مٹاؤں میں، نہیں ایسا نہیں ہو گا

ستاتے ہو مجھے ہر پل، ستاؤ چاہے جی بھر کے
کبھی تم کو ستاؤں میں، نہیں ایسا نہیں ہو گا

بجا ہے یہ نہیں سنتا وہ غم کی داستاں ارشدؔ
زمانے کو سناؤں میں، نہیں ایسا نہیں ہو گا





دلِ ویران میں اس کو بسایا جائے گا آخر
یہی زخمِ جگر اس کو دکھایا جائے گا آخر

کسی صندل کی لکڑی سے محل تعمیر تو ہو گا
مگر پھر آگ میں اک دن جلایا جائے گا آخر

ابھی ہر جرمِ الفت پر وہ میرا ساتھ دیتے ہیں
یہی الزام میرے سر لگایا جائے گا آخر

یہی مٹی کہ جس مٹی سے تو بچ بچ کے چلتا ہے
اسی مٹی میں کل تجھ کو دبایا جائے گا آخر

تمنا کے لبوں سے تشنگی ہرگز نہ جائے گی
کہ میرا خونِ دل اس کو پلایا جائے گا آخر

وہ پہلے تو ہمیں ارشدؔ سر آنکھوں پر بٹھالیں گے
پھر اس کے بعد نظروں سے گرایا جائے گا آخر

☆☆☆

O

کبھی یہ سوچوں صبا کے ہاتھوں اسے میں دل کا پیام لکھ دوں
کبھی یہ سوچوں کہ موجِ دریا پہ کیوں نہ اس کا میں نام لکھ دوں

بلا کی اس میں تو سادگی ہے کہ روپ اس کا بھی قدرتی ہے
کہ اس کا چہرہ ہے چاند جیسا تو کیوں نہ زلفوں کو شام لکھ دوں

کبھی محبت کی چھاؤں بخشے کبھی وہ نفرت کی دھوپ کر دے
کبھی میں اس کے ستم گنوں تو کبھی میں اس کے انعام لکھ دوں

نظر اٹھا کر اگر وہ دیکھے تو زاہدوں کو بھی مست کر دے
ہے روپ اس کا شراب جیسا تو کیوں نہ نظروں کو جام لکھ دوں

وہ میرے جذبے وہ میرے سپنے تجھی پہ سب کچھ لٹا دیا ہے
یہ دل تو پہلے ہی دے دیا ہے لو جان بھی تیرے نام لکھ دوں

☆☆☆

کیا لوٹ آؤ گے؟

کبھی بہتا ہوا پانی نہ ٹھہرا ہے نہ ٹھہرے گا
کبھی یہ وقت کا دھارا نہ بدلا ہے نہ بدلے گا

جو شاخیں خشک ہو جائیں تو اُن پر گل نہیں کھلتے
جو راہ زندگانی میں بچھڑ جائیں نہیں ملتے

ابھی اک آس ہے دل کو نہ ٹوٹے تو یہ بہتر ہے
جو تو نے ہاتھ تھاما ہے نہ چھوٹے تو یہ بہتر ہے

عبث ہے ضد تری جاناں یہ بندھن توڑ جانے کی
مجھے اس غم کے صحرا میں یوں تنہا چھوڑ جانے کی

تیری یہ بات جانِ جاں بہت مجبور کرتی ہے
تصور کی جدائی بھی غموں سے چُور کرتی ہے

مجھے اتنا بتاؤ تم اگر پردیس جانا ہے
قسم ہے تم کو اُلفت کی مگر سچ بتانا ہے

کیے ہیں تم نے جو وعدے بھلے کیا وہ نبھاؤ گے؟
جہاں چاہے چلے جاؤ مگر کیا لوٹ آؤ گے؟



○

بچھڑنا اک حقیقت ہے ذرا سی دیر رک جاؤ
بڑی بے چین حالت ہے ذرا سی دیر رک جاؤ

خدا جانے ملے پھر کب غموں کو بانٹنے والا
تمہاری اب ضرورت ہے ذرا سی دیر رک جاؤ

یہی منظر نگاہوں سے نہ میرے دل سے اترے گا
یہی اس دل کی حسرت ہے ذرا سی دیر رک جاؤ

ہر اک دھڑکن مرے دل کی تمہارا نام لیتی ہے
مجھے تم سے محبت ہے ذرا سی دیر رک جاؤ

ذرا سا دل بہل جائے بپا محشر تو ہونا ہے
بچھڑنا بھی قیامت ہے ذرا سی دیر رک جاؤ





حد سے زیادہ کرے گا جو کوئی جفا، لوٹ آؤ گے کیا؟
جب تمہیں یاد آئے گی میری وفا، لوٹ آؤ گے کیا؟

دل کی بے تابیوں کا سکوں ڈھونڈنے جس طرف جاؤ گے
مل سکی نہ کہیں دردِ دل کی دوا، لوٹ آؤ گے کیا؟

یوں بچھڑ کر اکیلے کبھی جانِ من تم نہ رہ پاؤ گے
سرد موسم میں بھی جو کبھی دل جلا، لوٹ آؤ گے کیا؟

کوئی بھرتا ہے آہیں تری یاد میں روز و شب ہر گھڑی
یہ ہی پیغام لے کر جو پہنچی صبا' لوٹ آؤ گے کیا؟

یوں جلا کر میرا آشیاں جانِ جاں چین کیا پاؤ گے
زندگانی جو لگنے لگی اک سزا' لوٹ آؤ گے کیا؟

ڈور حالات کی جو الجھ جائے تو پھر سلجھتی نہیں
اُلجھے دھاگوں کا جب نہ ملے گا سرا' لوٹ آؤ گے کیا؟

چاہتوں کا اے ارشدؔ نگر چھوڑ کر جاؤ گے تم کہاں
کوئی دل سے تمہیں جب بھی دے گا صدا' لوٹ آؤ گے کیا؟



O

یہ کب سوچا تھا وہ ہمدم بالآخر چھوڑ جائے گا
جسے چاہا تھا وہ جانم بالآخر چھوڑ جائے گا

مری آنکھوں میں پانی دیکھ کر تو مضطرب بھی ہے
یہ بارش ہو گی جو چھم چھم بالآخر چھوڑ جائے گا

اسے کانٹا بھی چبھ جائے تو میں آنسو بہاتا ہوں
وہ سن کے داستانِ غم بالآخر چھوڑ جائے گا

وہ کہتا ہے کرے گا ہر طرف رسوائیاں میری
نہیں سوچا تھا وہ محرم بالآخر چھوڑ جائے گا

ترے دیدار کا پیاسا بجھائے تشنگی کیسے
جو ہاتھوں میں ہے جامِ جم بالآخر چھوڑ جائے گا

جو کہتا ہے ترے بن ایک لمحہ رہ نہیں سکتا
نکلتے ہی ترا یہ دم بالآخر چھوڑ جائے گا

اے ارشدؔ بھول جا اس کو، نہ تیرا تھا نہ تیرا ہے
کرو ماتم یا آنکھیں نم بالآخر چھوڑ جائے گا



تشنہ لب

میں ہوں اڑتی ہوئی

اک ڈار سے بچھڑا ہوا پنچھی

کوئی منزل نہیں میری

نہ رستہ نہ سہارا ہے

اسی باعث تو کہتا ہوں

نہ میرے منتظر رہنا

نہ قائم کرنا امیدیں

یقیں دل کا نہیں کرنا

کہ میں تو خود شکستہ ہوں

بدن بکھرا ہوا میرا

ہوا ہوں میں تہی دامن

بچا کچھ بھی نہیں اب تو

ہیں دل کی کرچیاں اور سسکیاں اور مری تنہائی

نہ اب کوئی ٹھکانہ ہے

نہ میرا آشیانہ ہے

نہ میری کوئی منزل ہے

تجھے ہے پیاس چاہت کی

تجھے ہے آس چاہت کی

مگر میں غم کے صحرا کا مسافر آبلہ پا ہوں

بجھاؤں پیاس کیا تیری

کہ میں تو تشنہ لب خود ہوں



O

مکمل زندگانی کا سفر آخر تو ہونا ہے
کسی دن موت کی آغوش میں سر رکھ کے سونا ہے

ہماری زندگانی میں تغیر آ گیا جس سے
کسے معلوم تھا اک حادثہ ایسا بھی ہونا ہے

چراغ دل جلا کر جس کو ڈھونڈا رات مشکل سے
خبر کیا تھی سحر ہوتے اسے پھر ہم نے کھونا ہے

لگا کر قہقہے ہنستا ہے اکثر بزم یاراں میں
اسے معلوم ہے تنہائی میں گُھٹ گُھٹ کے رونا ہے

غموں کے بوجھ سے تھک کر نہ ارشدؔ بیٹھ جانا تم
تمناؤں کے لاشوں کو ابھی کاندھوں پہ ڈھونا ہے

☆☆☆

O

اس کو مست نظارے اچھے لگتے ہیں
مجھ کو چاند ستارے اچھے لگتے ہیں

جب سے تیرے درد کا مجھ کو روگ ملا
تب سے غم کے مارے اچھے لگتے ہیں

رب نے ماں کی فطرت میں یہ رکھا ہے
اپنے راج دلارے اچھے لگتے ہیں

تجھ کو پیار کا موسم ہی کیوں بھاتا ہے؟
مجھ کو موسم سارے اچھے لگتے ہیں

اب خوشیوں کی ندیا سے ڈر لگتا ہے
بحرِ غم کے دھارے اچھے لگتے ہیں

جب سے آنسو پینا میں نے سیکھ لیا
تب سے پانی کھارے اچھے لگتے ہیں

وہ لہروں سے لڑنا کیسے جانے گا
جس کو خشک کنارے اچھے لگتے ہیں

میرے دشمن کو بھی دوست جو کہتے ہو
مجھ کو دوست تمہارے اچھے لگتے ہیں





اک درد اذیت سے پکارا یہ پرندہ
کیوں ڈار میں اڑتا ہوا مارا یہ پرندہ

لڑتا تو رہا باد مخالف سے مگر پھر
حالات کے طوفان سے ہارا یہ پرندہ

کیوں تو نے ستم اس پر اے صیاد کیا ہے
دانے کی طلب میں تھا بچارہ یہ پرندہ

اب مارو نظر سے یا اسے قید کرو تم
ہے دل میرا صدیوں سے تمہارا یہ پرندہ

دن رات جو اڑتا رہا اک ذوقِ جنوں میں
اے کاش کبھی پائے کنارہ یہ پرندہ

ارشدؔ تھیں اسے راس گلستاں کی فضائیں
کب قیدِ قفس کرتا گوارہ یہ پرندہ



O

چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہم اکثر روٹھا کرتے تھے
یاد ہے پھر ہم اک دوجے کا رستہ دیکھا کرتے تھے

تتلی، جگنو دیکھ کے ہم تم شور مچایا کرتے تھے
اڑتے پنچھی دیکھ کے ان کے پیچھے بھاگا کرتے تھے

عکس نظر آتا تھا اپنا تیری جھیل سی آنکھوں میں
تیرے سامنے بیٹھ کے جب ہم ان میں جھانکا کرتے تھے

کتنے اچھے دن تھے جب ہم اک دوجے کے پہلو میں
خاموشی سے بیٹھے پیار کے قصے لکھا کرتے تھے

یاد ہے تجھ کو نہر کنارے بیٹھ کے اکثر شام ڈھلے
کنکر پھینک کے جب لہروں کے رقص کو دیکھا کرتے تھے

پھول، کتابیں، خوشبوئیں اور پیار کی ساری سوغاتیں
چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی ہم سینت کے رکھا کرتے تھے

قُرب جدائی کا ہے زینہ ہم دونوں انجان نہ تھے
اشک آنکھوں میں آ جاتے تھے جب یہ سوچا کرتے تھے



O

جہاں بھی ہو پلٹ آؤ محبت کا تقاضا ہے
دکھی دل کو نہ تڑپاؤ محبت کا تقاضا ہے

میں ہوں دیدار کا پیاسا مجھے دیدار کرنے دو
ذرا آنچل کو سرکاؤ محبت کا تقاضا ہے

جو دل میں ہے بتاؤ گے یا ایسے ہی چھپاؤ گے؟
چلو اب یوں نہ شرماؤ محبت کا تقاضا ہے

بھڑکتی آگ فرقت کی مرا تن من جلا دے گی
مرے سینے سے لگ جاؤ محبت کا تقاضا ہے

نجانے کیوں مجھے ہر شب اداسی گھیر لیتی ہے
کبھی تم دن ڈھلے آؤ محبت کا تقاضا ہے

تمہارے ساتھ اس نے جو بھی کی ہیں پیار کی باتیں
انہیں ارشدؔ نہ دہراؤ محبت کا تقاضا ہے

☆☆☆

بھول جاؤں تمہیں میں یہ ممکن کہاں

مجھ سے کہتے ہو تم بھولنے کے لیے

کیا یہ ممکن ہے خود ہی کہو جانِ جاں

کیونکہ۔۔۔۔۔

روح نکل جائے تو جسم کس کام کا

خوشبو اُڑ جائے تو پھول کس کام کا

نہ ہو بینائی تو آنکھ کس کام کی

جس میں دھڑکن نہ ہو دل وہ کسی کام کا

اور تم۔۔۔۔۔

روح بن کر بسے ہو میرے جسم میں

میری سانسوں میں اب بھی ہے خوشبو بسی

میری آنکھوں کی سب روشنی تجھ سے ہے

سانس کی ڈور اور زندگی تجھ سے ہے

یاد میں ہر گھڑی اب دھڑکتا ہے دل

مجھ سے کہتے ہو تم بھولنے کے لیے

کیا یہ ممکن ہے خود ہی کہو جانِ جاں

بھول جاؤں تمہیں میں یہ ممکن کہاں





کچھ بھی پایا نہ جستجو کر کے
کھو گیا ہوں میں آرزو کر کے

خود تماشہ کہیں نہ بن جاؤ
میری رسوائی کو بکو کر کے

خون بہنے دو دل کے زخموں سے
کیا کرو گے انہیں رفو کر کے

غم رسیدہ ہوں غور سے دیکھو
آئینہ دل کا روبرو کر کے

آپ شیریں زبان ایسے ہیں
لطف آتا ہے گفتگو کر کے

دل سے نکلی تو رائیگاں نہ گی
جو بھی مانگی دعا وضو کر کے



O

کیا ہے فیصلہ تم نے جو میرا دل جلانے کا، چلو ایسا بھی کر دیکھو
رقیبوں سے جو کہتے ہو مجھے تم بھول جانے کا، چلو ایسا بھی کر دیکھو

ترا ترکِ تعلق بھی سزائے موت جیسا ہے مگر میں کیا کروں جاناں
طریقہ یہ بھی اچھا ہے مجھے سولی چڑھانے کا، چلو ایسا بھی کر دیکھو

کہاں میں نے یہ سوچا تھا کہ تنہا چھوڑ جاؤ گے مجھے پُر پیچ راہوں میں
صلہ دو گے مجھے تم اس طرح سے دل لگانے کا، چلو ایسا بھی کر دیکھو

مرے دل سے نکل کر تم کہیں نہ چین پاؤ گے جہاں مرضی چلے جاؤ
ارادہ کر رہے ہیں تم نیا جو گھر بسانے کا، چلو ایسا بھی کر دیکھو

مجھے تم دیکھ کر غیروں سے جو ہنس ہنس کے ملتے ہو یہ آخر ماجرا کیا ہے
نکالا ہے یہ حل تم نے مرے دل کو جلانے کا، چلو ایسا بھی کر دیکھو

تری باتیں کبھی ارشدؔ وہ سمجھا ہے، نہ سمجھے گا بھلے تم لاکھ سمجھاؤ
اگر ہے شوق تم کو یوں ہی اپنا سر کھپانے کا، چلو ایسا بھی کر دیکھو

☆☆☆

O

پھیلا ہوا تھا نُور بہت چاند رات میں
ملنے لگا سرُور بہت چاند رات میں

وہ چودھویں کا چاند جب آیا نہیں نظر
دل ہو گیا تھا چُور بہت چاند رات میں

جس کے لئے میں تیرگی سے لڑ رہا ہوں وہ
رہتا ہے مجھ سے دور بہت چاند رات میں

کنکر گرا جو جھیل میں تو چاند نے کہا
تجھ سے ہوا قصور بہت چاند رات میں

رخ پہ نقاب کس لئے ڈالے ہوئے تھا وہ
اس کو بھی تھا غرور بہت چاند رات میں

اے چاند میں چرا نہ لوں یہ تیری چاندنی
دل میں ہوا فتور بہت چاند رات میں

اے نامہ بر یہ کہنا ذرا مرے چاند سے
ارشدؔ سے کیوں ہے دور بہت چاند رات میں



O

میرے اس دل پہ دستک دے کے بھی تم کچھ نہ پاؤ گے
تو کاسہ ہاتھ میں لے کر نہ اب کوئی صدا کرنا

کسی پر بھی نہ چاہت کے خزانے ہم لٹائیں گے
کیا ہے فیصلہ ہم نے کہ ان کو بھول جائیں گے

بھلے اب خشک شاخوں پہ بھی گل کھلنے لگیں ارشدؔ
بھلے ناسور ہوتے زخم بھی سلنے لگیں ارشدؔ

بھلے اب فاصلے ہر سمت سے مٹنے لگیں ارشدؔ
بھلے برسوں سے بچھڑے لوگ بھی ملنے لگیں ارشدؔ

دیئے جو چاہتوں کے بجھ چکے ہیں نہ جلائیں گے
کیا ہے فیصلہ ہم نے کہ ان کو بھول جائیں گے





جو حال دل مجھ سے پوچھتے ہو سنا سکوں نہ معاف کرنا
یہ زخم دل کے بہت ہیں گہرے دکھا سکوں نہ معاف کرنا

نجانے کیسی یہ جستجو ہے میں جا رہا ہوں پھر اک سفر پر
مگر یہ ممکن ہے لوٹ آؤں جو آ سکوں نہ معاف کرنا

زمینِ الفت ہوئی ہے بنجر لہو جگر کا پلا رہا ہوں
یہ چاہتوں کے حسین غنچے کھلا سکوں نہ معاف کرنا

جو کہہ رہے ہو کہ بھول جاؤں رفاقتوں کے حسیں مناظر
کروں گا کوشش کہ بھول جاؤں بھلا سکوں نہ معاف کرنا

یہ آرزو تھی پرانی دل کی، بنے کبھی تو بھی رانی دل کی
مگر تمہیں اب جو تختِ دل پر بٹھا سکوں نہ معاف کرنا

یہ عہد تم سے ہے جانِ جاناں کہ اب کبھی آنکھ نم نہ ہو گی
مگر کبھی جو میں اپنا وعدہ نبھا سکوں نہ معاف کرنا

اداس جب بھی ہوئے ہو جاناں تو میں نے آ کر ہنسا دیا ہے
مگر کسی روز جانِ ارشدؔ ہنسا سکوں نہ معاف کرنا



O

کبھی چاہت کبھی حسرت کبھی اقرار کی باتیں
کیا کرتے تھے ہم دونوں بھی اکثر پیار کی باتیں

ہر اک چہرے پہ اس دم اک عجب سا رنگ لہرایا
سنی لوگوں نے جب مجھ سے ترے دیدار کی باتیں

ہمیں جس پر بھروسہ تھا اُسی نے چال کھیلی ہے
سنائیں اب کسے ہم جا کے اپنی ہار کی باتیں

نجانے اب کہاں ہے وہ غموں کو بانٹنے والا
کہ اب کرتے ہیں دیواروں سے اس غمخوار کی باتیں

پرندے شاخ پر بیٹھے ہوئے کہتے ہیں یہ شاید
بہاریں آ گئیں آؤ کریں ہم پیار کی باتیں

گزر جائے گی اپنی زندگانی دربدر پھرتے
کہ ارشدؔ دل نہیں کرتا کریں گھر بار کی باتیں

☆☆☆

O

یہ آنکھ کی لالی کہتی ہے دو پل ہی سہی اب سونے دو
جو چھوڑ گیا تنہا اس کا پلکوں پہ خواب پرونے دو

کہتے ہیں لوگ کہ رونے سے ہر غم ہلکا ہو جاتا ہے
کچھ دیر گلے سے لگ جاؤ کچھ دیر ہمیں بھی رونے دو

اس طرزِ تغافل سے جاناں دم گھٹنے لگتا ہے اب تو
زلفوں کی گھٹاؤں میں مجھ کو کچھ دیر سکوں سے سونے دو

مجھ کو اپنانا مشکل ہے اب تیرے لئے میں جانتا ہوں
سب قسموں سے آزاد کرو کسی اور کا ہی مجھے ہونے دو

اب دنیا بھر کی چیزوں سے دل بہلے گا نہ ارشدؔ کا
گر چھوڑ کے جانا چاہتے ہو یادوں کے چند کھلونے دو





تمہارا دل ستائے گا یقیناً ایک دن تم کو
یقیں مجھ پہ بھی آئے گا یقیناً ایک دن تم کو

مری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر جو مسکراتے ہو
مرا غم بھی رلائے گا یقیناً ایک دن تم کو

وہ جس کے پیار کی خاطر مجھے دل سے نکالا ہے
وہی در سے اٹھائے گا یقیناً ایک دن تم کو

جلا کر دل مرا جاناں مجھے تم آزماتے ہو
کوئی تو آزمائے گا یقیناً ایک دن تم کو

جو رکھ کر جاں ہتھیلی پر زمانے بھر سے لڑتا ہے
مگر وہ ہار جائے گا یقیناً ایک دن تم کو

مرے ویران آنگن میں بہاریں جب بھی آئیں گی
یہ پگلا پھر بلائے گا یقیناً ایک دن تم کو

وہ جس کی آرزو میں تم نے دنیا کو بھلایا ہے
وہ ارشدؔ بھول جائے گا یقیناً ایک دن تم کو





ہمیں دل سے بھلا ڈالا بہت اچھا کیا تو نے
کہ خوابوں کو جلا ڈالا بہت اچھا کیا تو نے

نہیں اس کا گلہ کوئی مرا کیوں آشیاں اجڑا
کہ اپنا گھر بسا ڈالا بہت اچھا کیا تو نے

میں شاید ڈوب ہی جاتا تری آنکھوں کے ساگر میں
جو اشکوں میں بہا ڈالا بہت اچھا کیا تو نے

کسی نشتر سے پھر شاید محبت پھوٹ سکتی تھی
نشاں دل سے مٹا ڈالا بہت اچھا کیا تو نے

تمنا، آرزو، حسرت، بہت بے حال کرتی ہے
اُمنگوں کو سلا ڈالا بہت اچھا کیا تو نے

غموں کی بھیڑ میں ارشدؔ نے آخر کھو ہی جانا تھا
اسے خود ہی گنوا ڈالا بہت اچھا کیا تو نے



O

سمجھ میں کچھ نہیں آتا عجب سی بے قراری ہے
وہ کیوں دل کو ہے تڑپاتا عجب سی بے قراری ہے

جو وہ ملتا تو بتلاتا اسے یہ بھی میں سمجھاتا
سکوں تجھ بن نہیں آتا عجب سی بے قراری ہے

یہی برسات کا موسم کبھی جو دل لبھاتا تھا
مجھے کیوں اب نہیں بھاتا عجب سی بے قراری ہے

کبھی مجبور ہو کر دل کے ہاتھوں شام سے پہلے
مجھے آ کر وہ بتلاتا عجب سی بے قراری ہے

سکوں دل کا لٹا ہے جو تو یہ حالت ہوئی میری
پھروں میں اب یہی گاتا عجب سی بے قراری ہے

چھپا ہے اس کے دل میں کیا نجانے کب میں سمجھوں گا
وہ مجھ سے کیوں ہے کتراتا عجب سی بے قراری ہے

بتائے تو کوئی ارشدؔ کہاں پر جا بسا ہے وہ
کوئی اس بن نہیں بھاتا عجب سی بے قراری ہے





بیچ منجدھار چھوڑے گا جب ناخدا یاد آؤنگا میں
جب نظر آئے گا نہ کوئی آسرا یاد آؤنگا میں

تیرا ہر اک ستم سہہ کے بھی میں تجھے چاہتا ہی رہا
میرے جیسا ملے گا نہ جب دوسرا یاد آؤنگا میں

چھوڑ جاتے ہیں بیگانے اپنے سبھی، راہ پُرخار میں
جس گھڑی ساتھ تیرے نہ کوئی رہا یاد آؤنگا میں

خونِ دل ڈال کر جس کو روشن کیا صرف تیرے لئے
راہِ الفت کا بجھنے لگا جب دیا یاد آؤنگا میں

ہاتھ میں لے کے الفت کا کشکول تم در بدر مانگنا
جبکہ خیرات میں بھی ملی نہ وفا یاد آؤنگا مین

بھولی بسری کہانی سمجھ کر مجھے بھول پاؤ گے کیا؟
قصہ چاہت کا اشکوں نے جب بھی لکھا یاد آؤنگا میں

تم سمجھتے ہو یہ وقت کی ڈور کو تھام رکھا ہے کیا؟
جونہی نکلے گا ہاتھوں سے اس کا سرا یاد آؤنگا میں

دشتِ ہجراں میں بکھرا ہوا ہر طرف روگ ہے درد ہے
جب ملی نہ کہیں دردِ دل کی دوا یاد آؤنگا میں



O

وہ کہتا ہے اسے مجھ سے محبت ہو نہیں سکتی
مگر اس بات میں کوئی صداقت ہو نہیں سکتی

لبوں پر ہے تبسم اور نگاہیں مسکراتی ہیں
تری عادت سہی، لیکن یہ عادت ہو نہیں سکتی

مجھے تم سے محبت ہے میں یہ اقرار کرتا ہوں
تمہیں بھی مجھ سے جانِ جاں عداوت ہو نہیں سکتی

سکوں سجدے میں پاؤں میں نہ پوجا میں مزہ آئے
تیرے بن جان جاں میری عبادت ہو نہیں سکتی

کبھی راہوں میں جو تنہا مجھے تم چھوڑ جاؤ گے
کہوں کیا اس سے بڑھ کر تو قیامت ہو نہیں سکتی

مجھے ان چاہتوں کا کچھ صلہ تو مل ہی جائے گا
کہ یوں ہی رائیگاں میری ریاضت ہو نہیں سکتی

کرشمہ ہے یہ قدرت کا کہ میرے گھر وہ آئے ہیں
دعاؤں کا اثر ہو گا یہ قسمت ہو نہیں سکتی



میں تیرا تھا میں تیرا ہوں

کیوں مجھ سے آنکھ چراتے ہو؟
کیوں مجھ سے یوں کتراتے ہو؟
میں تیرے ماتھے کا جھومر
میں تیرے کانوں کا جھمکا
جو مجھ سے روٹھ کے جاؤ گے
کیا میرے بن رہ پاؤ گے؟
جب کوئل گیت سنائے گی
پھر میری یاد ستائے گی
جب چھن چھن گرتے پتوں کی
اور آہٹ مست ہواؤں کی
جب کانوں سے ٹکرائے گی

تیرے دل کو بھی دھڑکائے گی

تم یادوں میں کھو جاؤ گی

بے چین بہت ہو جاؤ گی

جب گم صم دیکھ کے تیری سکھی

اک نام بہت دہرائے گی

ہاں اس کی باتوں کو سن کر

تو کچھ کچھ تو شرمائے گی

جب تیرا دل گھبرانے لگے

اور میری یاد ستانے لگے

میں کہتا ہوں نہ شرمانا

تم واپس لوٹ کے آ جانا

تنہا راتوں کا سویرا ہوں

میں تیرا تھا میں تیرا ہوں





کبھی یہ سوچوں کہ شب کی آنکھوں میں اپنے سارے میں خواب لکھ دوں
کبھی یہ سوچوں کہ آندھیوں پر میں اپنے سارے عذاب لکھ دوں

سنا سنا کے یہ آپ بیتی زباں مری لڑکھڑا رہی ہے
میں اب یہ سوچوں کہ دردِ الفت کی کیوں نہ کوئی کتاب لکھ دوں

بدن بھی اس کا ہے نرم و نازک شباب اس کا ہے پھولوں جیسا
لگیں یوں لب جیسے پنکھڑی ہیں تو کیوں نہ اس کو گلاب لکھ دوں

ہے میرے خوابوں میں رات بھر وہ ہے دن میں ہر پل خیال اس کا
کبھی وہ آ کے جو پوچھے مجھ سے میں روز و شب کا حساب لکھ دوں

اگر وہ پوچھے کہ چاہتوں میں کہاں تلک ساتھ چل سکو گے
میں زندگی کی لکیر کھینچوں لہو سے دل کے جواب لکھ دوں

اگرکوئی مجھ سے پوچھے ارشؔد کہ حُسن جاناں بیاں کرو تم
میں چاند کو اس کا چہرہ کہہ دوں تو بادلوں کو نقاب لکھ دوں



O

غم کی محفل میں سجاؤں یہ ضروری تو نہیں
گیت چاہت کے میں گاؤں یہ ضروری تو نہیں

جس کو میری یاد پل دو پل کبھی آتی نہیں
میں بھی اس کو بھول جاؤں یہ ضروری تو نہیں

خون کے آنسو یہ دل روتا ہے اکثر رات بھر
اشک آنکھوں سے بہاؤں یہ ضروری تو نہیں

تو اگر ہے دوست تو پھر درد بھی محسوس کر
دل کے گھاؤ میں دکھاؤں یہ ضروری تو نہیں

اُس کی نظروں کا نشہ مدہوش رکھتا ہے مجھے
جام ہونٹوں سے لگاؤں یہ ضروری تو نہیں

روز و شب جو بے رخی سے دل جلاتا ہے مرا
میں بھی اس کا دل جلاؤں یہ ضروری تو نہیں

ہر گھڑی رونے کو جو آنکھوں میں آنسو دے گیا
اُس کو ارشدؔ میں رلاؤں یہ ضروری تو نہیں



O

تم جہاں بھی رہو چاہتوں کا نگر بھول نہ پاؤ گے
بھولنا چاہتے ہو مجھے تم مگر بھول نہ پاؤ گے

ہاں جھلسنے لگے گا تمہارا بدن وقت کی دھوپ میں
اپنے ہاتھوں سے جو تم نے کاٹا شجر بھول نہ پاؤ گے

ہو کے مجھ سے جدا راہِ پر پیچ میں جو بھٹکنے لگے
جس پہ مل کے چلے پیار کی وہ ڈگر بھول نہ پاؤ گے

جلوتوں میں رہو گے مگر خلوتیں گھیر لیں گی تمہیں
یاد میری کرے گی یوں دل پہ اثر بھول نہ پاؤ گے

تیرے چہرے سے یہ پھوٹتی چاندنی میری الفت کی ہے
میری چاہت کی شدت کو میرے قمر بھول نہ پاؤ گے

راستہ ایک تھا زادِ راہ ایک تھا منزلیں کیوں جدا؟
ہم نے مل کے کیا تھا جو لمبا سفر بھول نہ پاؤ گے

میری آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب یہ اس کی سوغات ہے
اُس سے کہہ دو اے ارشدؔ مری چشمِ تر بھول نہ پاؤ گے



O

کل یہ دل کی بات بھی وردِ زباں ہو جائے گی
کون کہتا ہے یہ چاہت رائیگاں ہو جائے گی

غم بھری دنیا میں خوشیاں بانٹتا ہوں اس لئے
رفتہ رفتہ ایک دن یہ شادماں ہو جائے گی

آج تو ہر اک زباں پر ہے کہانی یہ مری
ایک دن یہ بھولی بسری داستاں ہو جائے گی

ہر طرف چلنے لگی ہے جو تغیر کی ہوا
کیا زمیں بھی رفتہ رفتہ آسماں ہو جائے گی؟

ہجر کی آتش میں جلتا چھوڑ کر تم چل دیئے
زیست میری رفتہ رفتہ اب دھواں ہو جائے گی

جیسے ہم آئے نہیں دنیائے ہست و بود میں
زندگانی اس طرح سے اک گماں ہو جائے گی

ایسے اب رہتے ہیں ارشدؔ جیسے ہم یک جان ہوں
ایک دن یہ دنیا اپنے درمیاں ہو جائے گی



کیا کیا ملا اس عشق میں

کیا کیا بتائیں ہم تمہیں
کیا کیا ملا اس عشق میں
بس چار سو تنہائیاں
اور کوبکو رسوائیاں
ہے غم کی تپتی دھوپ بھی
اور ہجر کی پرچھائیاں
ہاں موسمِ برسات میں
وہ ٹوٹتی انگڑائیاں
اور خوشیوں کی بارات میں
ہیں درد کی شہنائیاں
لو آنکھ سے کاجل گیا
ہاں دھوپ میں بادل گیا

اک موج کی چاہت جو کی
پھر ہاتھ سے ساحل گیا
ہاں درد کی سوغات ہے
اور غم کی کالی رات ہے
تنہائیوں کی دھوپ میں
اشکوں کی اک برسات ہے
اور حسرتوں کی سیج پر
ارماں بھری بارات ہے
ہے کھیل انوکھا عشق کا
نہ جیت ہے نہ مات ہے
کیا کیا بتائیں ہم تمھیں
کیا کیا ملا اس عشق میں



O

شبِ ہجراں ستاتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے
تمہاری یاد آتی ہے اداسی گھیر لیتی ہے

تمہاری یاد کی کوئل جو دل کے اجڑے گلشن میں
کوئی نغمہ سناتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے

تمہاری آنکھ میں جونہی ستارے جھلملاتے ہیں
صبا پیغام لاتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے

کہ ہم سے جس گھڑی تم یہ نگاہیں پھیر لیتے ہو
خوشی پھر روٹھ جاتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے

دریچہ کھولتا ہوں جب کسی کی یاد کا پھر وہ
مجھے پاگل بناتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے

بہت بے حال کرتی ہے تری یہ بے رخی جاناں
سبھی ارماں جلاتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے

سرِ راہ جب وہ مل جائے تو ایسا ہوتا ہے ارشدؔ
نگاہیں وہ چراتی ہے اُداسی گھیر لیتی ہے



O

خیالِ یار کہیں تو جو کھو گیا ہوتا
ذرا سی دیر سہی میں بھی سو گیا ہوتا

شگوفے پیار کے اس دل سے پھوٹنے لگتے
جو بیج کوئی وہ چاہت کا بو گیا ہوتا

نہ ٹکڑے ہو کے بکھرتا کبھی میرا جیون
جو ڈوری پیار کی اس میں پرو گیا ہوتا

ترے حصار سے جو میں کبھی نکل آتا
کسی کا آج یقیناً میں ہو گیا ہوتا

کبھی نہ بنتے یہ ناسور زخمِ دل میرے
جو ان کو پیار کی شبنم سے دھو گیا ہوتا

نہ بہتے رات بھر آنکھوں سے میری یوں چشمے
نہ تیر طعنوں کے دل میں چبھو گیا ہوتا

کسی کی یاد نے ارشدؔ سنبھال رکھا ہے
غموں کی بھیڑ میں ورنہ میں کھو گیا ہوتا





قربت بڑھی تو پیار بھی رنگین ہو گیا
اُن کی نظر میں جرم یہ سنگین ہو گیا

کل آنسوؤں کے میں نے بھی دو گھونٹ پی لئے
یوں میرے منہ کا ذائقہ نمکین ہو گیا

خوش ہو رہا تھا جو مجھے مشکل میں ڈال کر
دیکھا ہے میں نے آج وہ غمگین ہو گیا

ہر لحظہ پی رہا ہے دل ارمان کا لہو
کیوں اسقدر یہ خون کا شوقین ہو گیا

نظروں کے تیر دل پہ مرے اس طرح لگے
قرطاسِ دل کچھ اور بھی رنگین ہو گیا

ارشدؔ جمالِ یار کو پوجو نہ اس طرح
کہنے لگیں نہ لوگ کہ بے دین ہو گیا

☆☆☆

کیونکر یاد کرتا ہوں

تخیل میں بھی تم ہی تم

مرے دل میں بھی تم ہی تم

تمہی سوچوں میں ہو میری

تمہی ہو میرے خوابوں میں

تمہیں ہی چاہتا ہوں میں

تمہیں ہی سوچتا ہوں میں

مرے خوابوں میں آ کر تم

بہت بے چین کرتے ہو

بہت بے تاب کرتے ہو

مگر جب آنکھ کھلتی ہے

تو سپنے ٹوٹ جاتے ہیں

نظر کچھ بھی نہیں آتا

فقط یادوں کی آتش کی

پس اک ہلکی سی چنگاری

مرے دل کو جلاتی ہے

تمہاری یاد آتی ہے

تو پھر یہ سوچتا ہوں میں

تمہاری یاد میں کیوں زندگی برباد کرتا ہوں

تمہیں خود ہی گنوایا ہے

تو کیونکر یاد کرتا ہوں



O

وفا کی چاشنی کو تم نہ سمجھے کون سمجھے گا
حقوقِ دوستی کو تم نہ سمجھے کون سمجھے گا

رہ الفت میں ہم نے دل جلا کر روشنی کی ہے
جو اس کی روشنی کو تم نہ سمجھے کون سمجھے گا

کسی کو کیا بتائیں کس لئے راہوں میں ہیں جاناں
ہماری بے بسی کو تم نہ سمجھے کون سمجھے گا

بتاؤ کس پہ جا کر اب لٹائیں چاہتوں کے گل
گلوں کی تازگی کو تم نہ سمجھے کون سمجھے گا

کئی ٹکڑوں میں بٹ جائے گی شاید زندگی میری
بکھرتی زندگی کو تم نہ سمجھے کون سمجھے گا

مری آنکھیں کھلی رہ جائیں بھی گر بعد مرنے کے
سلامِ آخری کو تم نہ سمجھے کون سمجھے گا

یقیناً ان اداؤں پر فدا ہونگے کئی ارشدؔ
جب اُس کی دل لگی کو تم نہ سمجھے کون سمجھے گا



O

خشک شاخوں پہ ثمر آ جائے گا
جب دعاؤں میں اثر آ جائے گا

چاند تاروں کو یا دیکھوں گل کو میں
تیرا چہرہ ہی نظر آ جائے گا

یوں ہی گھر میں جو رہیں تنہائیاں
اپنے سائے سے بھی ڈر آ جائے گا

پہلے ہی پاؤں میں چھالے تھے بہت
کیا خبر تھی پھر سفر آ جائے گا

لوٹ آتے ہیں پرندے شام کو
دیکھنا ارشدؔ وہ گھر آ جائے گا

☆☆☆

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

تخیل میں جنہیں پا کر

تمنا مسکراتی ہے

خیالوں میں جو آ جائیں

تو ہر بیتابی جاتی ہے

وہ جس کی میزبانی کے لئے

بے تاب ہے یہ دل

اور آنکھیں راہ تکتی ہیں

مگر۔۔۔۔

اک موڑ پر آ کر

وہ بندھن توڑ جاتے ہیں

وہ دشتِ زندگانی میں اکیلا چھوڑ جاتے ہیں

مگر

ایسا کیوں ہوتا ہے؟



O

مری غزلوں کی تفسیروں کو نہ دیکھو تو بہتر ہے
کہ رنج و غم کی تحریروں کو نہ دیکھو تو بہتر ہے

خوشی کے گلستاں میں رہ کے تم اٹکھیلیاں کرنا
کہ درد و غم کی جاگیروں کو نہ دیکھو تو بہتر ہے

چلو تم ساتھ میرے دیکھنا پھر حوصلہ جاناں
مرے پیروں کی زنجیروں کو نہ دیکھو تو بہتر ہے

ملیں گے تم کو لاشے ہر طرف ارمان و حسرت کے
شکستہ دل کی تصویروں کو نہ دیکھو تو بہتر ہے

مسافر دشتِ اُلفت کے تو خستہ حال ہوتے ہیں
کہ اِن راہوں کے راہگیروں کو نہ دیکھو تو بہتر ہے

میں کہتا ہوں اُلجھ جاؤ گے ہاتھوں کی لکیروں میں
مری قسمت کی تحریروں کو نہ دیکھو تو بہتر ہے

ہو ایسا فیصلہ ارشدؔ کہ دل بھی تو گواہی دے
فقط سوچوں کی تدبیروں کو نہ دیکھو تو بہتر ہے



O

حدودِ زندگانی سے نکل جاؤں گا میں اک دن
کہ اس دنیائے فانی سے نکل جاؤں گا میں اک دن

پکارو گے بہت مجھ کوُ بلاؤ گے نہ بولوں گا
کچھ ایسے بے زبانی سے نکل جاؤں گا میں اک دن

وفا کی داستاں خونِ جگر سے لکھ رہا ہوں پر
ادھوری اس کہانی سے نکل جاؤں گا میں اک دن

مجھے کیا آنکھ کا کاجل بنایا اس لئے تُو نے
کہ اشکوں کی روانی سے نکل جاؤں گا میں اک دن

اسی اُمید پر ارشدؔ لڑوں گا تند لہروں سے
کہ دورِ امتحانی سے نکل جاؤں گا میں اک دن

☆☆☆

سہارا بن نہ پائے گا

جو کہتا تھا تمہارا ہوں
کہ مشکل جب بھی آئے گی
اداسی جب بھی چھائے گی
مجھے آواز دے لینا
کہ راہِ زندگانی میں
چلیں گے ساتھ ہم دونوں
کہ اِن پُر پیچ راہوں پر
قدم جو لڑکھڑائیں گے
سہارے ایک دوجے کے
قدم آگے بڑھائیں گے
وہ جب بھی لڑکھڑایا ہے
سہارا میرا پایا ہے
مگر اک موڑ پر آکر
مجھے حالات نے گھیرا

تو اس نے مجھ سے منہ پھیرا
میں اب تک سوچ میں گم ہوں
کہ ایسا ہو گیا ہے کیوں؟
مجھے تھا یہ گماں شاید
سہارا دے گا باہوں کا
مگر اُس نے گرایا ہے
مرے ہاتھوں سے پھر اُس نے
یوں دامن کو چھڑایا ہے
یقیں اس دل کو تھا جس پر
مری ہمت بندھائے گا
یہ سوچا ہی نہیں تھا وہ
بھنور میں چھوڑ جائے گا
سہارا بن نہ پائے گا
سہارا۔۔۔۔۔۔۔۔

☆☆☆

O

یہ عجب سی چبھن دل میں ہوتی ہے کیوں چاندنی رات میں
بے قراری، اذیت میں کیسے سہوں چاندنی رات میں

تو نے وعدہ ملن کا کیا تھا مگر تو جو آیا نہیں
میں خیالوں کی دنیا میں کب تک رہوں چاندنی رات میں

کیوں نہ مل جل کے اپنا یہ غم بانٹ لیں چاند تجھ سے کہوں
تو بھی تنہا رہے میں بھی تنہا رہوں چاندنی رات میں

جھیل سی گہری آنکھیں، گلابی بدن زلف ہے ریشمی
جب میں بیٹھوں تخیل میں اک بت گھڑوں چاندنی رات میں

تیرے چہرے پہ ہے روشنی چاند کی نور ہی نور ہے
تو بتا کیوں نہ مدحت میں تیری کروں چاندنی رات میں

چاندنی اوڑھ کر پھول جیسا بدن لے کر آئے جو تُو
دل کرے تیرے ہونٹوں کو میں چوم لوں چاندنی رات میں

جب دسمبر میں جذبے ٹھٹھرنے لگیں آہیں بھرنے لگیں
پاگلوں کی طرح رات بھر میں پھروں چاندنی رات میں



O

روندے ہیں تُو نے اس طرح سے چاہتوں کے پھول
بکھرے ہوئے ہیں چاروں طرف حسرتوں کے پھول

کلیاں وہ میری چاہتوں کی ساتھ لے گیا
بدلے میں دے گیا ہے مجھے نفرتوں کے پھول

تجھ کو تو خواب میں بھی سدا راحتیں ملیں
میرے نصیب میں ہیں لکھے رتجگوں کے پھول

مری رسوائیاں تمہیں یوں خراج دیں گی
ملتے رہیں گے تجھ کو سدا شہرتوں کے پھول

تاریخ یہ گواہ ہے پسِ اعتبار میں
نوچے گئے ہیں کس طرح سے عزتوں کے پھول

کملا گئے ہیں سب گلِ ارمان اس طرح
جیسے کسی مزار پہ ہوں منتوں کے پھول

ارشدؔ مہکتی کاش یہ میری بھی زندگی
حسرت رہی کہ دیتا کوئی قربتوں کے پھول





گلے میں ہم نے پہنا ہے بنا کے ہار کانٹوں کا
محبت کی ہیں سوغاتیں ملا سنسار کانٹوں کا

لگی ہے قدر گرنے اب شبانہ روز پھولوں کی
بنا ڈالا کسی نے کیا کوئی شہکار کانٹوں کا؟

ہمیں جب بھی کبھی ملنے کوئی گلفام آتا ہے
گماں کیوں ہونے لگتا ہے ہمیں ہر بار کانٹوں کا

خزاں آنے سے پہلے ہی ہوا نے گل بکھیرے یوں
بہار آنے تلک کرنا پڑا دیدار کانٹوں کا

شجر کی ساری کلیاں ان کے زیرِ سایہ رہتی ہیں
چمن میں کس کی ہمت جو کرے انکار کانٹوں کا

ملے ہیں زخم کچھ ایسے کہ ارشدؔ آ چکے عاجز
کہ اب ہم چھوڑ جائیں گے بھرا گلزار کانٹوں کا





یہ جس طرح تم ستا رہے ہو تمہیں ستاؤں تو کیا کرو گے؟
جو ناز نخرے دکھا رہے ہو میں نہ اٹھاؤں تو کیا کرو گے؟

نشانِ منزل نہیں ہے کوئی میں راہ الفت سے اجنبی ہوں
جو راستے میں کہیں بھٹک کر نہ لوٹ پاؤں تو کیا کرو گے؟

یہ دے کے سوغات آنسوؤں کی جو مسکراتے ہو جانِ جاناں
تمہیں بھی دے کے میں ایسا تحفہ جو مسکراؤں تو کیا کرو گے؟

جو بے سبب مجھ سے روٹھتے ہو میں اب تلک تو منا رہا ہوں
کبھی یہ سوچا ہے تم نے جاناں میں نہ مناؤں تو کیا کرو گے؟

تمہاری پل پل کی بے رخی کو میں سہہ رہا ہوں یہ کہہ رہا ہوں
یہ ضبط میرا جو ٹوٹ جائے میں ہار جاؤں تو کیا کرو گے؟

یہ مجھ سے کہتے ہو بھول جاؤں میں چاہتوں کے حسین لمحے
مگر سنو تم اے جانِ ارشدؔ میں نہ بھلاؤں تو کیا کرو گے؟



O

اکیلے پن سے گھبراؤ مجھے آواز دے لینا
جو تنہا تم نہ رہ پاؤ مجھے آواز دے لینا

انا کے خول میں اکثر سجھائی کچھ نہیں دیتا
اگر اس سے نکل آؤ مجھے آواز دے لینا

غرور حسن اس درجہ کبھی اچھا نہیں ہوتا
جب اتنا تم سمجھ جاؤ مجھے آواز دے لینا

رہ الفت بڑی پر پیچ ہے یہ ذہن میں رکھنا
جو رستہ ڈھونڈ نہ پاؤ مجھے آواز دے لینا

ہجوم درد و غم میں کھو گئی ہے جو خوشی ارشدؔ
اسے جب ڈھونڈ کے لاؤ مجھے آواز دے لینا

☆☆☆



کہا تھا یہ جوانی کا سفر آساں نہیں ہوتا
کہا تھا زندگانی کا سفر آساں نہیں ہوتا

کہا تھا آنکھوں آنکھوں میں کیا اقرار چاہت کا
کہا تھا بے زبانی کا سفر آساں نہیں ہوتا

کہا تھا کیا سنائیں ہم تمہیں رُوداد چاہت کی
کہا تھا اس کہانی کا سفر آساں نہیں ہوتا

کہا تھا نوکِ مژگاں پہ ستارے جو چمکتے ہیں
کہا تھا ترجمانی کا سفر آساں نہیں ہوتا

کہا تھا یہ سمندر جو بہت بے تاب رہتا ہے
کہا تھا بہتے پانی کا سفر آساں نہیں ہوتا

کہا تھا جو بنے ناسور میرے زخمِ دل سارے
کہا تھا ہر نشانی کا سفر آساں نہیں ہوتا



O

کہا اس نے محبت تو فقط الزام ہوتی ہے
کہا میں نے کہ رسوائی بھی اک انعام ہوتی ہے

کہا اس نے اُجالوں کی تمنا کیوں نہیں کرتے؟
کہا میں نے صبح کے بعد آخر شام ہوتی ہے

کہا اس نے مری آنکھوں سے کیوں مدہوش ہوتے ہو؟
کہا میں نے نظر بھی اک چھلکتا جام ہوتی ہے

کہا اس نے دعائیں مانگنا ہم مل بھی سکتے ہیں
کہا میں نے کروں کیا ہر دعا ناکام ہوتی ہے

کہا اس نے کہ منزل تک پہنچ جاؤ گے کیا تم بھی؟
کہا میں نے کہ ہر ٹھوکر نیا پیغام ہوتی ہے

کہا اس نے کٹھن راہوں میں کوئی ہمسفر بھی ہے؟
کہا میں نے یہ حسرت ہے جو تشنہ کام ہوتی ہے

کہا اس نے کہ ارشدؔ زندگی اب کیسی لگتی ہے؟
کہا میں نے خزاں کی جس طرح اک شام ہوتی ہے





کہا اس نے نجانے کیوں عجب سی بے قراری ہے
کہا میں نے بتاؤں کیا یہ کیوں حالت تمہاری ہے

کہا اس نے مجھے آخر کبھی تم بھول جاؤ گے
کہا میں نے تری چاہت تو نس نس میں اُتاری ہے

کہا اس نے کوئی تو ہو گا دکھ سکھ بانٹنے والا
کہا میں نے یوں لگتا ہے کہ دشمن دنیا ساری ہے

کہا اس نے پریشاں ہو یقیناً دل دُکھا ہو گا
کہا میں نے ترے چہرے پہ بھی تو ناگواری ہے

کہا اس نے کہ چاہت کا یقیں کیسے دلاؤ گے؟
کہا میں نے مرے دلبر مری یہ جاں تمہاری ہے

کہا اس نے کبھی کاٹا ہے تم نے رتجگا ارشدؔ
کہا میں نے تری یادوں میں ہر اک شب گزاری ہے





کہا اس نے ملے گا کیا یوں اشکوں کی روانی سے
کہا میں نے ہوا مانوس اب میں بہتے پانی سے

کہا اس نے محبت میں بہت طوفان آتے ہیں
کہا میں نے نہیں ڈرتا بلائے ناگہانی سے

کہا اس نے مجھے تم حال دل اپنا سناؤ بھی
کہا میں نے ملے گا کیا تمہیں اب اس کہانی سے

کہا اس نے کہ دل کو پھر سے تم آباد کر لینا
کہا میں نے کہ ڈرتا ہے یہ دل اب شادمانی سے

کہا اس نے مجھے تم بھول جاؤ تو یہ بہتر ہے
کہا میں نے نہیں چھوڑوں گا دامن اب آسانی سے

کہا اس نے کہ ہونٹوں پر کوئی فریاد نہ لانا
کہا میں نے کہ مر جائے گا ارشدؔ بے زبانی سے





کہا اس نے تری کیوں اسقدر ویران ہیں آنکھیں
کہا میں نے کہ دل لٹنے کی یہ پہچان ہیں آنکھیں

کہا اس نے تمہیں کیوں میری آنکھیں اچھی لگتی ہیں؟
کہاں میں نے یوں لگتا ہے کہ میری جان ہیں آنکھیں

کہا اس نے تری آنکھوں میں کوئی اب بھی رہتا ہے
کہا میں نے لیے برسوں سے یہ ارمان ہیں آنکھیں

کہا اس نے مری آنکھوں میں کیا تم پڑھتے رہتے ہو؟
کہا میں نے یوں لگتا ہے مرا دیوان ہیں آنکھیں

کہا اس نے کہ ان آنکھوں میں رہ کر کیسا لگتا ہے؟
کہا میں نے یوں لگتا ہے کوئی زندان ہیں آنکھیں

کہا اس نے کہ ارشدؔ دن میں سپنے دیکھتے کیوں ہو؟
کہا میں نے کروں میں کیا بہت نادان ہیں آنکھیں





کہا میں نے یہ بے چینی سی دل کو کیوں ہے کیا ہے یہ؟
کہا اس نے ارے پگلے محبت کی سزا ہے یہ

کہا میں نے بھلا کیوں روز و شب بے تاب رہتا ہوں
کہا اس نے یوں لگتا ہے تری اپنی خطا ہے یہ

کہا میں نے غمِ جاناں کی کوئی تو دوا ہو گی
کہا اس نے کہ دردِ عشق ازل سے لا دوا ہے یہ

کہا میں نے کہ پروانے کو شمع کیوں جلاتی ہے
کہا اس نے کہ شاید چاہتوں کی انتہا ہے یہ

کہا میں نے مرے نغموں کو سن کر کیسا لگتا ہے؟
کہا اس نے کسی ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہے یہ

کہا میں نے یہ اپنا خط یہ تحفہ ساتھ لیتی جا
کہا اس نے ارے پگلے تمہارا آسرا ہے یہ



O

کہا میں نے مرے خوابوں کی ہر تعبیر جھوٹی ہے
کہا اس نے ترے ہاتھوں کی کیا تحریر جھوٹی ہے؟

کہا میں نے نکل جاؤں تری آنکھوں کے زنداں سے؟
کہا اس نے تو کیا زلفوں کی یہ زنجیر جھوٹی ہے؟

کہا میں نے کہ مالا مال ہوں میں غم کی دولت سے
کہا اس نے کہ درد و غم کی یہ جاگیر جھوٹی ہے

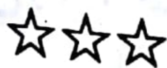
کہا میں نے بتاؤ کیا مرا دیوان پڑھتے ہو؟
کہا اس نے تری غزلوں کی سب تفسیر جھوٹی ہے

کہا میں نے تجھے دل میں بسایا ہے مرے دلبر
کہا اس نے ترے دل کی تو ہر تصویر جھوٹی ہے

کہا میں نے کوئی مرتا نہیں کیوں اب محبت میں
کہا اس نے کہ ہر رانجھا یہاں ہر ہیر جھوٹی ہے

کہا میں نے اداسی گھیر لیتی ہے تمہارے بن
کہا اس نے کہ چاہت کی یہ سب تشہیر جھوٹی ہے

کہا میں نے کرو کوشش تو ہم تم مل بھی سکتے ہیں
کہا اس نے نہیں ارشدؔ تری تدبیر جھوٹی ہے



O

کہا میں نے کہ آنکھوں سے بہت برسات ہوتی ہے
کہا اس نے محبت کی یہی سوغات ہوتی ہے

کہا میں نے کہ موجوں سے نکل کر آ گیا ہوں میں
کہا اس نے کہ ساحل پر بھی اکثر گھات ہوتی ہے

کہا میں نے کہ دیکھو کس طرح سورج چمکتا ہے
کہا اس نے غمِ ہجراں میں دن بھی رات ہوتی ہے

کہا میں نے کہ رنگ و نسل میں تقسیم ہے دنیا
کہا اس نے محبت کی بھلا کیا ذات ہوتی ہے

کہا میں نے ترے کوچے میں کیوں پتھر برستے ہیں
کہا اس نے کہ عاشق کی یہی اوقات ہوتی ہے

☆☆☆

O

کہا اس نے ملو مجھ سے مگر کچھ فاصلوں کے ساتھ
کہا میں نے نہ کھیلو اس طرح سے دل جلوں کے ساتھ

کہا اس نے محبت ہے مگر اک شرط لازم ہے
کہا میں نے کبھی ہوتی نہیں یہ ضابطوں کے ساتھ

کہا اس نے ارے پگلے کہاں تک خواب دیکھو گے
کہا میں نے ہوا منسوب میں تو رتجگوں کے ساتھ

کہا اس نے تجھے غم کے بھنور میں چھوڑ جاؤں تو؟
کہا میں نے نہیں کرتے کبھی یوں دوستوں کے ساتھ

کہا اس نے تیرے دل میں بہاریں کیسے آئیں گی
کہا میں نے ملو گے جب کبھی تم الفتوں کے ساتھ

کہا اس نے مرے اک لمس کا احساس ہے تجھ کو
کہا میں نے رہا ہوں میں سدا اُن لذتوں کے ساتھ

کہا اس نے تمہارے قتل پر تو وہ بھی نادم ہے
کہا میں نے ملا ہو گا وہ میرے قاتلوں کے ساتھ

کہا اس نے تری بستی کیوں ملیا میٹ لگتی ہے
کہا میں نے ہوئی تھی دوستی جو زلزلوں کے ساتھ

کہا اس نے تری یہ بے قراری کیسے جائے گی
کہا میں نے سکوں لازم ہے تیری قربتوں کے ساتھ

کہا اس نے سنوارو کچھ تو اپنی زندگانی کو
کہا میں نے گزر جائے گی آخر کلفتوں کے ساتھ

کہا اس نے خدا کے سامنے کیوں سر جھکایا ہے
کہا میں نے جیوں گا اس طرح سے عظمتوں کے ساتھ

کہا اس نے تمہیں کیوں اب اداسی گھیر لیتی ہے
کہا میں نے چلا دوگام میں جو خواہشوں کے ساتھ

کہا اس نے ہوئی لہروں سے کیونکر دشمنی تیری
کہا میں نے گھروندہ اک بنایا ساحلوں کے ساتھ



O

کہا کیوں رت بدلنے پر اُداسی گھیر لیتی ہے؟
کہا ارماں مچلنے پر اُداسی گھیر لیتی ہے

کہا بحرِ محبت کا نظارہ تم بھی کرتے ہو؟
کہا موجیں پلٹنے پر اُداسی گھیر لیتی ہے

کہا تم کیوں بہاروں میں چمن سے دُور رہتے ہو
کہا غنچے چٹکنے پر اُداسی گھیر لیتی ہے

کہا اس نے کبھی راتوں کی تنہائی ستاتی ہو؟
کہا ہر شام ڈھلنے پر اُداسی گھیر لیتی ہے

کہا دیکھا ہے پروانے کا اندازِ محبت کیا؟
کہا شمع کے جلنے پر اُداسی گھیر لیتی ہے

کہا ارشدؔ چلے آؤ کبھی تم بزمِ یاراں میں
کہا ارماں کچلنے پر اُداسی گھیر لیتی ہے

☆☆☆

عجب سی بے قراری ہے

مری آنکھوں میں اب بھی ہے
وہ ساون کا حسیں موسم
کھُلیں جب ریشمی زلفیں
گھٹاؤں کی وہ مدہوشی
ہواؤں کی وہ سرگوشی
رسیلے ہونٹ وہ تیرے
حسیں رخ کا وہ کالا تل
فدا جس پہ ہوا یہ دِل
وہ شامِ وصل کا منظر
وہ پہلی پیار کی بارش
کہ جس میں دونوں بھیگے تھے
بدن میں کپکپاہٹ تھی
رگوں میں سنسناہٹ تھی

سمٹ کر ایک دوجے میں
بہت مسرور تھے ہم تم
نشے میں چُور تھے ہم تم
وہ منظر یاد جب آئے
تو میری جان پہ بن جائے
نجانے کیا خماری ہے
عجب سی بے قراری ہے.........
عجب سی بے قراری.........



O

منزلیں نہیں ملتیں راستے نہیں ملتے
دور تک وفاؤں کے تذکرے نہیں ملتے

ہجر کی مسافت میں ہم بھٹکتے پھرتے ہیں
کیا کریں کہ اب ہم کو قافلے نہیں ملتے

غم بھی اک سمندر ہے جو بھی ڈوب جاتا ہے
پھر اسے ابھرنے کے آسرے نہیں ملتے

مجھ سے پوچھتے کیا ہو کیسے شب گزاری ہے
تجھ کو میری آنکھوں میں رتجگے نہیں ملتے؟

پیڑ جب وفاؤں کے سوکھ جائیں تو ارشدؔ
پھر بہار آئے بھی وہ ہرے نہیں ملتے



بِن موسم برسات بہت تڑپاتی ہے
غم کی کالی رات بہت تڑپاتی ہے

ہم تم پیار کی جو بھی باتیں کرتے تھے
آج وہی ہر بات بہت تڑپاتی ہے

جانے اپنا آپ کہاں بھول آیا ہوں
مجھ کو اپنی ذات بہت تڑپاتی ہے

تیرے دم سے درد کی یہ جاگیر ملی
تیری یہ سوغات بہت تڑپاتی ہے

کم عمری میں جو بھی آنکھیں چار کریں
اُن کو پہلی رات بہت تڑپاتی ہے

تیرے ملن کی آس لگائے بیٹھے ہیں
تُجھ بِن یہ برسات بہت تڑپاتی ہے



O

تیرے چاند سے چہرے کو ہم جس پل دیکھا کرتے تھے
دن بھر بے کل رہتے تھے اور شب بھر جاگا کرتے تھے

دور کہیں بدلی کے پیچھے چاند ستارے چھپ چھپ کر
پیار میں پاگل دیکھ کے ہم کو شب بھر جھانکا کرتے تھے

ہلکی ہلکی بارش کے جب قطرے گرتے تھے ہم پر
بھیگے جسم کی خوشبو پا کر ہلا گلا کرتے تھے

سرد ہوا کے جھونکوں سے جب کانپنے لگتے تھے دونوں
اک دوجے کی بانہوں میں پھر آ کر سمٹا کرتے تھے

اپنے ہاتھوں کی پوروں سے تیرے بدن کی چادر پر
ست رنگ پیار کے موتی بھی ہم اکثر ٹانکا کرتے تھے

یہ بھی تو معلوم تھا اک دن اپنا ساتھ یہ چھوٹے گا
تب ہی خوف کے دریا میں ہم ڈوبا ابھرا کرتے تھے

یاد ہے تجھ کو ساون کی وہ مست بہاروں کا موسم
جب ہم برکھا رت میں ارشدؔ مل کے بھیگا کرتے تھے



خواب ٹوٹ جاتے ہیں

کرچیاں ہیں آنکھوں میں
میرے ٹوٹے خوابوں کی
اس میں کیا خطا تیری
کیوں کروں گلا تجھ سے
میں نے خواب دیکھے تھے
مسکرا کے جینے کے
آنسوؤں کو پینے کے
چاند تک رسائی کے
آسماں کو چھونے کے

تیری گوری بانہوں میں
زندگی بتانے کے
خواب اچھے لگتے ہیں
جیسے ادھ کھلی کلیاں
جیسے شبنم کے قطرے
جیسے کانچ کے برتن
خواب ایسے ہوتے ہیں
تب ہی ٹوٹ جاتے ہیں
خواب ٹوٹ جاتے ہیں



کاش لوٹ آؤ تم

مجھ سے روٹھنے والے
تجھ کو کیا بتاؤں میں
کیسے دن گزرتے ہیں
کیسے رات کٹتی ہے
زندگی کی راہوں میں
دور تک اندھیرا ہے
اور غم کا صحرا ہے
کچھ نظر نہیں آتا
تشنگی سی رہتی ہے
میرے دل کا گلشن بھی
اب خزاں کی زد میں ہے
حسرتوں کی کلیاں اور
پھول سارے ارماں کے
پتی پتی بکھرے ہیں

اور خوشی کے پنچھی بھی
چہچہانا بھولے ہیں
ایک ہُو کا عالم ہے
اور سکوت طاری ہے
کاش لوٹ آ ؤ تم
میری زندگانی میں
پھر بہار آ جائے
دل کے اجڑے گلشن میں
پھر نکھار آ جائے
بن ترے جو اس دل میں
اک تڑپ سی رہتی ہے
تجھ کو دیکھ لوں میں تو
کچھ قرار آ جائے
کاش لوٹ آ ؤ تم

☆☆☆

کیا ہے فیصلہ ہم نے

ستارے ٹوٹ کر بکھریں بھلے اب آسمانوں سے
صدا شہنائی کی گونجے بھلے اجڑے مکانوں سے
ہمیں چاہے پکارو تم کئی دلکش بہانوں سے
ہمارا دل نہ بہلے گا محبت کے ترانوں سے
کیا ہے فیصلہ ہم نے کہ تم کو بھول جانا ہے
ہمیں اس دشتِ الفت میں کبھی واپس نہ آنا ہے

کرو برسات اشکوں کی یا زلفوں کی گھٹا کر دو
ہمارے نام چاہے عمر بھر اپنی وفا کر دو
رہِ الفت میں چاہے جسم و جاں اپنے فدا کر دو
کوئی قیمت بھی چاہت کی بھلے تم اب ادا کر دو
کیا ہے فیصلہ ہم نے نہ اب دل کو جلانا ہے
ہمیں اس دشتِ الفت میں کبھی واپس نہ آنا ہے

بھلے تم خاک سر میں ڈال کر راہوں میں کھو جاؤ
بھلے تم بے نیاز اب ساری دنیا سے ہی ہو جاؤ
بھلے تم چاہتوں کا اب کوئی مرقد بنا ڈالو
بھلے تم آنسوؤں سے ساری دنیا کو ڈبو جاؤ
کیا ہے فیصلہ ہم نے ہمیشہ مسکرانا ہے
ہمیں اس دشتِ الفت میں کبھی واپس نہ آنا ہے

ہمارے نام ہوں دن بھی ہمارے نام ہوں راتیں
جہاں بھی، ہونٹ کھولو تو ہماری ہی کرو باتیں
تمنا، آرزو، حسرت نہ کوئی بھی رہے دل میں
بھلے ہم پر لٹا دو چاہتوں کی ساری سوغاتیں
کیا ہے فیصلہ ہم نے ستم اس دل پہ ڈھانا ہے
ہمیں اس دشتِ الفت میں کبھی واپس نہ آنا ہے

ہمیں کیا ہے غرض اس سے کہ تم اب زہر بھی کھاؤ
کسی بپھرے ہوئے دریا کی موجوں میں اتر آؤ
یا ننگے پیر تپتی ریت پر تم ڈھونڈنے نکلو
کسی صحرا کے ٹیلے پر سے گر کے چاہے مر جاؤ
کیا ہے فیصلہ ہم نے نہیں اب ڈگمگانا ہے
ہمیں اس دشتِ الفت میں کبھی واپس نہ آنا ہے

☆☆☆

O

گلوں میں اگر رنگ و بُو لازمی ہے
مری زندگی میں بھی تو لازمی ہے

دعا جو بھی مانگو گے مالک سنے گا
مگر آنسوؤں سے وضو لازمی ہے

تری یاد بھی تو ضروری ہے ایسے
کہ جیسے بدن میں لہو لازمی ہے

مری تشنگی کا مداوا بھی ہو گا
ترے پیار کی آب جو لازمی ہے

وفاؤں کے پودے تناور تو ہونگے
مگر سب سے پہلے نمو لازمی ہے

کہا میں نے مہندی کا رنگ کیوں نہ آیا
وہ بولے تمہارا لہو لازمی ہے

لگن ہے جو ارشدؔ تو پھر ڈھونڈ لو گے
ملے گا خدا جستجو لازمی ہے



شاعری اُن لطیف جذبوں کا اظہار ہے جو کسی حساس انسان کے دِل میں خوابیدہ ہوتے ہیں اور یہ جذبے جب اظہار کا روپ دھارتے ہیں تو ہر دِل کی آواز بن جاتے ہیں۔ ارشد محمود ارشد تازہ لہو کے اس قبیلے کا فرد ہے جن کی شاعری معاصر صورتحال سے ہم آہنگ ہے وہ ایک سچا اور محبت کرنے والا انسان ہے جو اپنے اشعار میں معاشرتی مدو جزر کے ساتھ ساتھ محبت اور وفا کے جذبوں کی ترجمانی بھی کرتا ہے اُس کے شعروں میں وارداتِ قلبی اور سوز و گداز بھی وافر طور پر موجود ہے۔ ارشد ابھی نو جوان ہے تاہم اس کا شعری سفر خوش آئند ہے اور اس کے شعری اُفق پر کئی اور منظر بھی طلوع ہوں گے۔

شاکر نظامی



ہر نئے شاعر کی نوا حقیقت میں اس دنیا کیلئے امید کا پیغام ہوتی ہے اور نئے امکانات کی جستجو کا عمل بھی۔ ارشد محمود ارشد کومل جذبوں کا شاعر ہے اسکی شاعری محض رومانی کیفیات کی آئینہ دار ہی نہیں بلکہ انکی شاعری دُکھ اور کرب کی اس لَے سے بھی آشنا ہے جس کا تعلق موجودہ عہد کے منظر نامے سے ہے۔ میں ارشد محمود ارشد کو ان کے اوّلین شعری مجموعے کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

خالد اقبال

سینئر پروڈیوسر ریڈیو پاکستان سرگودھا

Scanned by CamScanner



ہمارے اطراف و جوانب شعری اظہار میں جو تبدیلیاں آ رہی ہیں ''عجب سی بے قراری ہے'' کا شاعر بھی اس سے بیگانہ اور متاثر ہوئے بغیر کیونکر رہ سکتا ہے۔ شعر تو شعر ہے گرد و پیش کی ہر شے مسلسل تبدیل ہو رہی ہے جو ایک نئے شاعر کیلئے حیرت انگیز بھی ہے اور غیر معمولی بھی۔

ارشد کی شاعری کا بنیادی استعارہ محبت ہے اور یہی وہ اساسی موضوع ہے جس پر آج تک غزل کی پرشکوہ عمارت استوار نظر آتی ہے جبکہ محبت جیسی طاقتور شے خود شاعر کا اندر باہر بھی تبدیل کر کے ہی چھوڑتی ہے اور ابتدائی طور پر یہ شاعر کی درست سمتی کی بھی نشاندہی کرتی ہے لیکن فی زمانہ خالی خولی محبت ہی سے شاعر کا کام نہیں چل سکتا چنانچہ اس کیلئے ضروری ہے کہ محبت کے بیان میں کچھ اور چیزوں کی ملاوٹ کرے کیونکہ ایمانداری کی بات یہی ہے کہ سارا کاروبار ہی ملاوٹ کا ہے۔

اُمید کرنی چاہیے کہ یہ شاعر اپنی تازہ کاری کو نہ صرف قائم رکھے گا بلکہ اس میں خوش رنگ اضافے بھی کرے گا اور غزل جیسی اس مستقبل گیر صنف کا نام اپنی نظموں کے ساتھ ساتھ مزید روشن کرے گا میری طرف سے ڈھیر ساری دعائیں!

اوکاڑہ انیسویں اپریل سن دو ہزار سات

ظفر اقبال